اگست ۱۹۹۱ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جمہوریت نہیں، خلافت!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب جمعہ (۵ جولائی ۹۱ء)

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی

ماضی قریب کی ایک انتہائی مخلص، فعال اور تحریکی مزاج کی حامل منفرد شخصیت

مستری محمد صدیق

کے سوانح حیات اور تحریکی سرگرمیوں کی تفصیل پر مشتمل ایک مبسوط اور جامع کتاب

مولانا ابوالکلام آزاد، سید ابوالاعلیٰ مودودی

اور مستری صاحب

از قلم : رحمٰن صدیقی

چھپ کر تیار ہو گئی ہے

اس کتاب کو بجا طور پر مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے مابین گمشدہ کڑی کی دریافت قرار دیا جا سکتا ہے

عمدہ کتابت، دیدہ زیب کمپیوٹر کتابت اور خوشنما مضبوط جلد کے ساتھ

صفحات ۱۹۲، قیمت ۶۵ روپے

شائع کردہ : محمد حمید احمد پبلیکیشنز

ملنے کا پتہ : دفتر "میثاق" ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد: ۴۰
شمارہ: ۸
محرم الحرام/صفر ۱۴۱۱ھ
اگست ۱۹۹۱ء
فی شمارہ -/۵
سالانہ زرتعاون -/۵۰

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوہا، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر، انڈیا	۶۔ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ۔	۹۔ امریکی ڈالر
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ۔	۱۲۔ امریکی ڈالر

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ۔ ماڈل ٹاؤن فیروزپور روڈ۔ لاہور (پاکستان)

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

یکے از مطبوعات تنظیم اسلامی، مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

پبلشرز: لطف الرحمٰن خان، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

☆ عرضِ احوال ۳
عاکف سعید
☆ تذکرہ و تبصرہ ۷
پاک بھارت تعلقات اور بھارتی مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل
امیر تنظیم اسلامی کے دو اہم خطاباتِ جمعہ کے پریس ریلیز
☆ جمہوریت نہیں' خلافت! ۱۳
امیر تنظیم اسلامی کا خطابِ جمعہ
☆ کتابیات ۴۰
انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات
زیرِ طبع کتاب "کبائر" کے باب اوّل کی فصل رابع (۲)
ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
☆ خطوط و نکات ۴۹
○ مسلمان خواتین کی دینی ذمہ داریاں
○ تا خلافت کی بِناء.....
☆ ایک نعمتِ غیرِ مترقبہ ۵۲
دینی تعلیم کا ایک سالہ کورس
لطف الرحمٰن خان
☆ افکار و آراء ۵۵
○ ایک مستحسن فیصلہ
○ اسلام اور مغربی جمہوریت
☆ رفتارِ کار ۶۰
○ دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگراموں کا انعقاد
○ امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ پشاور
☆ تحریکِ رجوع الی القرآن ۶۹
متحدہ عرب امارات میں ایک نئے مرکز کا قیام
☆ One Year "Deeni" Course ۸۰
Objectives & Course Description

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

ہر باشعور پاکستانی کا یہ احساس ہے کہ پاکستان کے اندرونی حالات میں بہتری کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے' سندھ کے حالات تو بتدریج خراب سے خراب تر ہو ہی رہے ہیں' پنجاب میں بھی امن و امان کا مسئلہ تشویشناک حد تک سنگین ہو چکا ہے۔ اس مہیب اندرونی خلفشار پر مستزاد سرحدوں کی صورت حال ہے۔ ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھ رہی ہے کہ پاک بھارت افق پر ایک تباہ کن جنگ کے بادل گہرے ہو رہے ہیں۔ وطن کے محافظ اور سرحدوں کے پاسبان پکار پکار کر آنے والے وقت سے خبردار کر رہے ہیں لیکن ہم مسلمانانِ پاکستان شاید احساس و ادراک کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہر کوئی اپنے اپنے مشاغل اور اپنے اپنے دھندوں میں گم ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا خواص بھی حالات سے سبق سیکھنے اور آنے والے وقت کے لئے پیش بندی کرنے کے لئے آمادہ نظر نہیں آتے۔ علماء اپنی تنگ نظری کے خول سے باہر آنے کو کسی صورت تیار نہیں' اِلّا ماشاء اللہ۔ اسی طرح سیاست دانوں کو اوّل تو کشمکشِ اقتدار اور چھینا جھپٹی سے فرصت نہیں اور اگر کسی کو حالات کی نزاکت کا احساس ہے بھی تو مختلف النوع "سیاسی مصلحتیں" اسے حق بات کہنے سے روک دیتی ہیں۔ پوری قوم گویا اس تقدیرِ مبرم پر شاکر و قانع نظر آتی ہے جسے ٹالنا کم از کم کسی انسان کے بس میں نہیں۔ ہاں ایک مردِ درویش آنے والے وقت سے خبردار کرنے کے لئے اپنی سی کوشش میں مصروف ہے ——— پاکستان اور بھارت کے مابین موجودہ کشیدگی اور تناؤ کی فضا کو رفع کرنے کے لئے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے ۲۶ر جولائی کے خطابِ جمعہ میں صورتِ حال کا بھرپور تجزیہ کرتے ہوئے اصلاحِ احوال کے لئے عملی تجاویز بھی قوم کے سامنے رکھی ہیں اور جس بات کو حق سمجھا بلاخوفِ لومۃ لائم اسے ڈنکے کی چوٹ بیان کیا ہے۔ اس جرأت اور جسارت پر بہت سے حلقوں کی جانب سے حیرت و استعجاب کا اظہار بھی سامنے آیا ہے اور

بعض نے امیرِ تنظیم کے خیالات سے کُلّی اتفاق کرتے ہوئے اس پر ہدیۂ تبریک بھی پیش کیا ہے ــــــ ۲۶ جولائی کا یہ اہم خطاب جمعہ "ندا" کی حالیہ اشاعت میں، جس پر ۱۵ اگست کی تاریخ درج ہے، مکمل صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس خطاب کا جامع خلاصہ پریس ریلیز کی شکل میں "میثاق" کے زیرِ نظر شمارے میں بھی شامل ہے۔ مزید برآں ۲ اگست کے خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز بھی شاملِ اشاعت ہے۔ اس خطاب کا موضوع تھا "بھارتی مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل"۔

زیرِ نظر شمارے میں "جمہوریت نہیں، خلافت" کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی کا ایک اہم خطاب شامل ہے۔ یہ خطاب اگرچہ عجلت میں مرتب کر کے کسی قدر اختصار کے ساتھ "ندا" کی گزشتہ اشاعت میں شامل کیا گیا تھا لیکن موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اسے باہتمام مرتب کر کے شمارہ ہذا میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس خطاب کی مکرر اشاعت کی ضرورت اس لئے بھی محسوس کی گئی کہ "میثاق" کا حلقۂ اشاعت "ندا" کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے۔ چنانچہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ "ندا" میں شائع شدہ مذکورہ بالا خطاب "میثاق" کے بہت سے قارئین کی نگاہ سے نہ گزرا ہو۔

☆ ☆ ☆

قرآن اکیڈمی کے زیرِ انتظام شروع ہونے والے دینی تعلیم کے ایک سالہ کورس کی اہمیت اور اس میں داخلے سے متعلق تفصیلی معلومات پر مشتمل دو مختصر مضامین اس شمارے میں قارئین کے مطالعے میں آئیں گے۔ ان میں سے ایک مضمون، جس میں اس کورس کی اہمیت پر خصوصیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، اردو زبان میں ہے جبکہ دوسرا مضمون جس میں کورس کے مقاصد، اس میں داخلے کی شرائط اور کورس سے متعلق دیگر تفصیلات کا وضاحت سے بیان ہے، انگریزی زبان میں تحریر کیا گیا ہے۔ مؤخر الذکر مضمون اصلاً مغربی ممالک میں مقیم ہمارے بعض رفقاء و احباب کی فرمائش پر تحریر کیا گیا ہے جو اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے حصول کے لئے قرآن کالج میں داخلہ دلانے کے خواہاں ہیں اور اس ضمن میں کورس کی نوعیت اور دیگر تفصیلات جاننے کے خواہش مند ہیں۔ ○○

ضروری وضاحت

ماہنامہ "درسِ عمل" لاہور کے محرم الحرام ۱۴۱۲ھ کے شمارے میں، جس کی حیثیت ایک خصوصی نمبر کی تھی، صفحہ ۱۹ پر امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا "پیغام" شائع ہوا ہے، جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ ہر جگہ "علیہ السلام" لکھا گیا ہے۔ اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ امیر محترم نے مذکورہ ماہنامہ کو اس کے ایڈیٹر کی فرمائش پر جو پیغام دیا تھا اس میں حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ ہر جگہ "رضی اللہ عنہ" مرقوم تھا۔

اہلِ سنّت کے نقطۂ نظر کے مطابق "علیہ السلام" کا کلمہ صرف انبیائے کرامؑ ہی کے لئے مخصوص ہے، جبکہ صحابہ کرامؓ کے اسماء کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ ہی لکھے اور بولے جانے چاہئیں۔ ایک مخصوص طبقۂ فکر کی طرف سے بعض صحابہ کے ناموں اور غیر صحابہ میں سے بھی بعض محترم شخصیات کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کے جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، وہ دراصل "امامتِ معصومہ" کے تصور کا شاخسانہ ہے۔ یہ تصور چونکہ اہلِ سنّت کے عقیدے سے متصادم ہے، لہٰذا ہم اس سے اعلانِ براءت کرتے ہیں۔

ایک اہم تصحیح

ماہ جولائی ۹۱ء کے "میثاق" کے آخری صفحات (۷۶-۸۰) میں "رجوع الی القرآن کی تحریک کو آگے بڑھانے میں اپنا کردار ادا کیجئے" کے عنوان سے جناب سراج الحق سید کی تحریر کے ساتھ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا رکنیت فارم شائع ہوا ہے۔ اس رکنیت فارم کی پشت پر انجمن کے قواعد و ضوابط کے جو چند اہم نکات شائع ہوئے ہیں، ان میں دوسرے نمبر پر اراکینِ انجمن کے تین حلقوں ــــ حلقۂ محسنین، حلقۂ مستقل ارکان اور حلقۂ عام ارکان ــــ کی یکمشت اور ماہانہ اعانتوں کی شرح بھی شائع ہوئی ہے۔ احباب نوٹ فرمالیں کہ یہاں سہواً سابقہ شرح درج ہوگئی ہے۔ اعانتوں کی موجودہ شرح وہی ہے جو شمارہ مذکورہ کے صفحہ ۸۰ پر دی گئی ہے۔ یعنی

(i) محسنین : یکمشت دس ہزار روپے دو سو روپے ماہانہ
(ii) مستقل ارکان : یکمشت پانچ ہزار روپے سو روپے ماہانہ
(iii) عام ارکان : ــــــــــ پچاس روپے ماہانہ

ادارہ میثاق اس سہو پر اپنے قارئین اور احباب سے معذرت خواہ ہے!

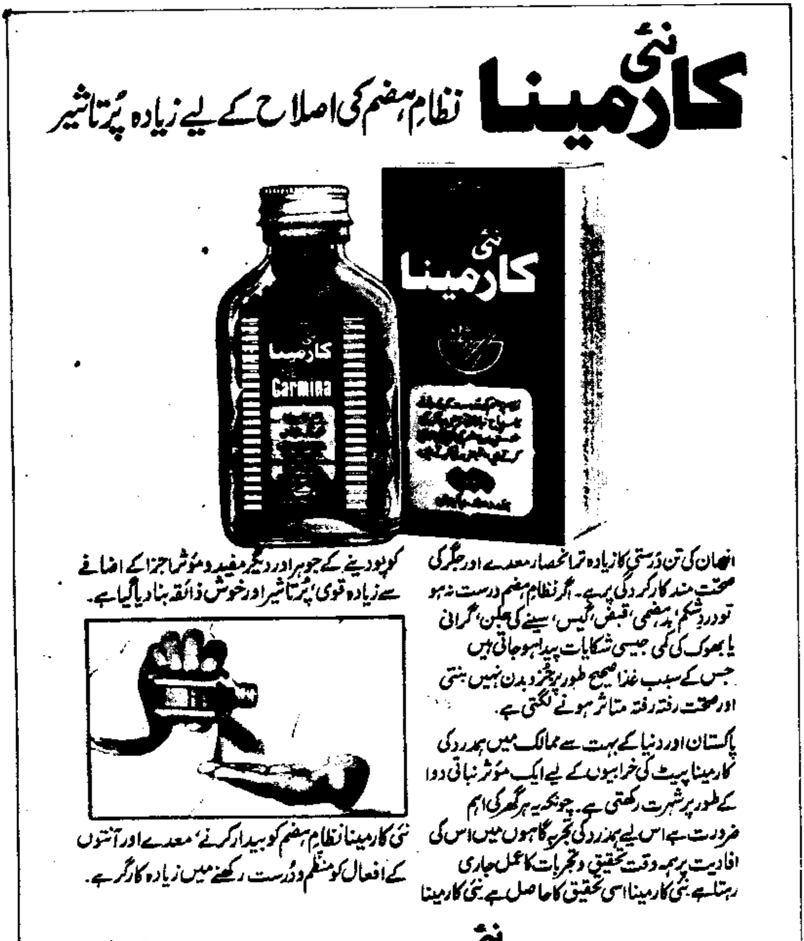

Adarts CAR- 4 88

پاک بھارت تعلقات'

موجودہ تناؤ کی فضا کو ختم کرنے کے لئے بعض عملی تجاویز اور

بھارتی مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل

امیر تنظیم اسلامی کے دو اہم خطابات جمعہ کے پریس ریلیز

۲۶ر جولائی کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور: ۲۶ر جولائی۔ حالات و واقعات کے تیور دیکھتے ہوئے صاف نظر آ رہا ہے کہ برصغیر پر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اور پاکستان و بھارت عنقریب جنگ کی بھٹی میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اندیشہ یہ ہے کہ دونوں ممالک کے مابین ہونے والی یہ جنگ سابقہ جنگوں کے برعکس دو حکومتوں کی بجائے دو قوموں کے درمیان ہوگی' جس میں روایتی اسلحہ کے ساتھ ایٹمی اسلحہ کے استعمال کا شدید خطرہ موجود ہے' جس سے یہ پورا علاقہ بدترین تباہی و بربادی سے دوچار ہوگا۔ یہ انتباہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد جامع القرآن' ماڈل ٹاؤن میں نمازِ جمعہ سے قبل اپنے خطاب میں کیا۔

انہوں نے یاد دلایا کہ خلیج کی جنگ کے دوران بھی جنرل مرزا اسلم بیگ نے خبردار کیا تھا کہ "عراق کو تباہ کرنے والی طاقتوں کا اگلا ہدف پاکستان ہوگا" اور اب پھر انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ "خلیج کی جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی اور یہ اپنے اصل مقاصد کے حصول تک جاری رہے گی"۔ مزید یہ کہ "جنگ کے سائے صاف نظر آ رہے ہیں اور اس جنگ میں بھارت اکیلا نہیں ہوگا بلکہ اس کے ساتھ وہ طاقتیں بھی ہوں گی جو پاکستان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں"۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے جنرل اسلم بیگ کے تجزیے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ خلیج کی جنگ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کی محض تمہید تھی' جبکہ اس ڈرامے کا دوسرا ایکٹ پاکستان پر دہرایا جائے گا' جو عراق کی تباہی کے بعد مسلمہ طور پر ایٹمی صلاحیت کا حامل دنیا کا واحد مسلمان ملک ہے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان اور بھارت کے عوام کو آگے بڑھ کر جنگ کی موجودہ فضا کو ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا، ورنہ تیسری دنیا کے یہ دونوں ممالک جو آج کل بدترین اقتصادی بحران سے گزر رہے ہیں، سامراجی سازش کا شکار ہو کر تباہی کے گڑھے میں جا گریں گے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ پاکستان اور بھارت کے مابین چوالیس سالہ کشاکش کا اصل ذمہ دار برطانوی سامراج ہے، جس کے پس پردہ دراصل عالمی صیہونی سازش اور یہودی ذہن کارفرما ہے، جس نے تقسیم کے وقت دونوں ممالک کے درمیان کشمیر کا خنجر گھونپ دیا تھا، جس نے دونوں قوموں میں موجود باہمی منافرت کو بھڑکانے کا سامان فراہم ہوا اور برطانوی سامراج کی پالیسی "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کامیابی سے جاری رہی۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں ممالک عالمی برادری میں کوئی کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ آ سکے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندو مسلم جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ہی دو علیحدہ اور آزاد ممالک کے قیام کا فیصلہ ہوا تھا کہ برِصغیر کے بیشتر مسلم لیڈروں بلکہ بعض ہندو لیڈروں کے نزدیک بھی اس مسئلے کا واحد اور مستقل حل یہی تھا۔ چنانچہ تقسیم ہند کے نتیجے میں پاکستان اور بھارت کے نام سے دو ممالک کا قیام عمل میں آ گیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے مصورِ و مفکرِ پاکستان کے حوالے سے کہا کہ ان کے ۱۹۳۰ء کے تاریخی خطبۂ الٰہ آباد میں اس جانب واضح اشارہ موجود تھا کہ دونوں آزاد ممالک کے قیام سے دونوں ممالک کے مابین صحت مندانہ بنیادوں پر مسابقت اور مقابلہ کی فضا جنم لے گی اور اس طرح دونوں ممالک آزادانہ ماحول میں اپنے اپنے نظام کو اپنے نظریات کے مطابق استوار کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔ امیر تنظیم اسلامی نے مزید انکشاف کیا کہ علامہ اقبالؒ نے تو اسی خطبۂ الٰہ آباد میں یہاں تک کہا تھا کہ: "برِصغیر کے شمال مغرب میں مسلمانوں کی آزاد ریاست (یعنی پاکستان) درحقیقت ہندوستان کے دفاع کے لئے ایک مضبوط دفاعی حصار کا کام دے گی" مگر افسوس کہ دونوں ممالک کی حکومتیں سامراجی اور صیہونی سازش کا شکار ہو کر مذکورہ مقاصد حاصل کرنے میں یکسر ناکام رہیں، جس کی وجہ سے باہمی منافرت کی فضا کم ہونے کی بجائے شدت اختیار کرتی چلی گئی اور تمام قومی و ملکی وسائل اپنے اپنے ملک کی تعمیر کی بجائے حریف کی قوت کو کچلنے کے لئے عسکری قوت اور آلاتِ حرب کی فراہمی پر صرف ہونے لگے، جس کے لئے دونوں ممالک مغربی اقوام کے محتاج اور زیردست بننے پر مجبور ہیں اور آج دونوں ممالک کی فضا پر جنگ کے تاریک اور دبیز بادل مسلط نظر آ رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اسی برطانوی سامراج نے عالمِ عرب کے سینے میں اسرائیل کا خنجر پیوست کیا تھا، جس کی بدولت آج پورا عالمِ

عرب سامراجی اور صیہونی قوتوں کی گرفت میں جکڑا جا چکا ہے۔ آج یہ بات کوئی راز نہیں رہی کہ کشمیر میں اسرائیلی یہودی دو طرفہ سازشی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ایک جانب وہ پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کے لئے سازشیں ترتیب دے رہے ہیں اور دوسری طرف کشمیر کی تحریکِ حریت میں نقب لگا کر ایسی فضا ہموار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ "تنگ آمد بجنگ آمد" کے مصداق بھارت مجبور ہو کر پاکستان پر حملہ آور ہو جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ اس وقت کا سامراج برطانیہ تھا جبکہ آج کا سامراج امریکہ ہے' جسے اب واحد سپریم پاور کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ انہوں نے لفظ سامراج کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ ماضی میں سامراج کا مفہوم خواہ کچھ بھی سمجھا جاتا ہو' اب "سامراج" کا مطلب ہے "انکل سام کا راج" جس کے نیو ورلڈ آرڈر نے پہلے عراق کے بہانے پورے عالم عرب کو اپنی گرفت میں لیا اور جس کا اگلا ہدف اب پاکستان ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ پاکستان کے بعد جاپان اور چین بھی عالمی صیہونی عزائم کا شکار بننے والے ہیں' جس کے بعد بالآخر عالمی صیہونیت امریکہ کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہے گی' تاکہ روئے ارضی پر ایسی کوئی طاقت نہ رہے جو کسی بھی وقت اسے آنکھیں دکھانے کی پوزیشن میں آسکے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے خطاب کے آخر میں درج ذیل پانچ نکات کے حوالے سے موجودہ گمبھیر صورت حال کا حل تجویز کیا۔ اولاً وزیر اعظم نواز شریف کو پیش قدمی کر کے ایسا بھرپور قدم اٹھانا چاہیے جو پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ کے خطرات کو روک سکے۔ مزید یہ کہ پاکستان کی حکومت اور اس کے خفیہ اداروں کو کوئی ایسا قدم اٹھانے سے گریز کرنا ہو گا جو پاکستان اور بھارت میں جنگ کا سبب بن جائے۔ ثانیاً دونوں ممالک میں عوامی سطح پر یہ شعور اجاگر کیا جائے کہ بھارت اور پاکستان دونوں کا اصل اور مشترکہ دشمن یہودی سامراج ہے' جس کی سازشوں سے بچنا دونوں ممالک کے لئے ضروری ہے۔ ثالثاً پاکستان اور بھارت کی حکومتیں فوری طور پر دانشوروں' صحافیوں اور علماء کے وفود کا باہمی تبادلہ کریں تاکہ دونوں ممالک کے مابین موجود جنگی فضا کو دُور کیا جائے اور اس ضمن میں پاکستان کو پیش قدمی کرنی چاہیے۔ رابعاً چین اور جاپان سمیت جنوب اور مشرقی ایشیا کے تمام ممالک کے مابین یورپی ممالک کی طرح باہمی اقتصادی تعاون کی شکل پیدا کرنے کے لئے مل جل کر کوشش کی جائے۔ خامساً مسلمانوں کو از سرِ نو ایک زندہ قوت بنانے کی غرض سے پورے عالمِ اسلام میں احیائے خلافت کی تحریک برپا کرنے کے لئے پاکستان اپنا کردار ادا کرے اور اس کا آغاز پاکستان کو مکمل اور حقیقی اسلامی ریاست بنانے سے ہی ہو سکتا ہے۔

۲؍ اگست کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور : ۲؍ اگست - دو قومی نظریے سے انحراف کے باعث مسلمانانِ پاکستان مصائب و مشکلات سے دوچار اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں ہیں اور اسی جرم کی پاداش میں ہندوستان کا مسلمان بھی مصائب و آلام کی لپیٹ میں ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے باغِ جناح 'مسجد دارالسلام میں نمازِ جمعہ سے قبل اپنے خطاب میں کیا۔ ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ درحقیقت دو قومی نظریہ ہی اس تقسیم کا اصل سبب بنا۔ متحدہ ہندوستان میں انڈین نیشنل کانگریس متحدہ وطنی قومیت کے فلسفے کی داعی تھی' جبکہ مسلم لیگ مسلمانوں کے علیحدہ اور جداگانہ تشخص کے حوالے سے انہیں ہندوؤں سے الگ قوم قرار دیتی رہی۔ دو قومی نظریے کے اسی تصور کے نتیجے میں پاکستان کا قیام ممکن ہوسکا تھا' مگر آج اسی دو قومی نظریے سے انحراف و گریز اور سیکولرازم اور مغرب کے تصورِ نیشنلزم سے عملی وابستگی ہی کی وجہ سے مسلمانانِ پاکستان کے ساتھ ساتھ بھارت کا مسلمان بھی طرح طرح کی مشکلات اور مصائب میں گرفتار ہے۔ اس لئے کہ تقسیم ہند کے بعد بھارت کے مسلمانوں نے اپنے لئے جو لائحہ عمل متعین کیا وہ دو قومی نظریے کے یکسر خلاف تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے برِ صغیر میں دو قومی نظریے کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا کہ مغلیہ عہدِ حکومت میں اکبرِ اعظم علیہ ماعلیہ نے ابوالفضل اور فیضی جیسے علماء کے تعاون سے وحدتِ ادیان اور دینِ الٰہی کا فلسفہ ایجاد کیا۔ اس تصور کی بدولت ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کے یکسر خاتمے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا' مگر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس سازش کو ناکام بنا دیا۔

اسی طرح رواں صدی کے آغاز میں انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے جب علماءِ ہند نے بالعموم اور علماءِ دیوبند نے بالخصوص یہ موقف اختیار کیا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کو اشتراک و اتحاد کے عمل سے جہادِ حریت میں حصّہ لینا چاہئے تو گاندھی نے اس تصور کی آڑ میں وحدتِ ادیان اور متحدہ وطنی قومیت کا راگ پھر الاپنا شروع کر دیا' جس کی ہمنوائی میں بدقسمتی سے مولانا ابوالکلام آزاد بھی شریک ہوگئے۔ مگر علامہ اقبالؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو اجاگر کرکے وطنی قومیت کے اس بت کو پاش پاش کر دیا اور گاندھی کے پھیلائے ہوئے متحدہ قومیت کے سحر کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ علامہ اقبالؒ خوب جانتے تھے کہ وطنی قومیت (نیشنلزم) اور لادینیت (سیکولرازم) کے تصورات فرنگی چال بازی کے دو ایسے بنیادی ستون ہیں جو اسلام کے بنیادی تصورات کی جڑ کاٹ دینے والے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا علامہ اقبالؒ دانشِ فرنگ کی اصلیت سے پوری طرح باخبر تھے' مگر ہمارے علماء کرام کی اکثریت اپنے تمام تر خلوص و اخلاص کے باوجود تحریکِ پاکستان کے دوران اس فرنگی دانش کے مکر و فریب کو سمجھنے سے قاصر رہی۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبالؒ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ یہ باطنی نسبت بھی حاصل ہے کہ دونوں شخصیات نے وحدتِ ادیان اور وطنی قومیت کے تصور کو پاش پاش کر کے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو اجاگر کیا کہ مسلمان ہر لحاظ سے ایک علیحدہ اور جداگانہ قوم ہیں۔ یہی دو قومی نظریہ ہے جس کی بنیاد پر برِ صغیر کے مسلمانوں نے ایک آزاد مسلم ریاست کے قیام کی جدوجہد کی اور جس کی سزا آج تک بھارت کا مسلمان ہندو فرقہ پرستوں کے ہاتھوں بھگت رہا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ چوالیس سال کی طویل مدت میں بھی ہم اپنے اسلامی نظریے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ اگرچہ بہت عرصہ پہلے ہم نے قراردادِ مقاصد بھی منظور کر لی تھی اور حال ہی میں نام نہاد شریعت ایکٹ بھی پاس کر دیا ہے' مگر درحقیقت عملی طور پر پاکستان آج بھی ایک سیکولر ملک ہی ہے۔ انہوں نے کہا موجودہ شریعت ایکٹ درحقیقت ہماری تاریخ کا گھناؤنا فراڈ ہے جس میں شریعت کے نام پر شریعت کا راستہ روک دیا گیا ہے۔

مقاصدِ پاکستان اور دو قومی نظریے سے مسلسل رُوگردانی ہی کی وجہ سے پاکستان میں مختلف قومیتوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے' پہلے بنگلہ قومیت کے نام سے ملک دولخت ہو چکا ہے جبکہ اب سندھی قومیت' بلوچی قومیت اور مہاجر قومیت جیسے نعرے ملک کے طول و عرض میں گونج رہے ہیں اور حد یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے سندھو دیش کے حامی جی ایم سید تک کو تمام الزامات سے بری کر دیا ہے' جو برملا یہ کہتا ہے کہ پاکستان کو توڑنا ہمارا اوّلین ہدف ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے عالمی تناظر میں ملک کو درپیش خطرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور روس کے گٹھ جوڑ سے پاکستان کی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں اور اب امریکہ عراق کو تباہ کرنے کے بعد پاکستان کے ایٹمی دانتوں (ایٹمی صلاحیت) کو توڑنے کے درپے ہے۔ انہی خطرات سے جنرل اسلم بیگ قوم کو واشگاف الفاظ میں خبردار کر چکے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ بھارت اور پاکستان کے مابین جنگ کا شدید خطرہ موجود ہے جس سے بچنا دونوں ممالک کے مفاد میں ہے' ورنہ دونوں ممالک کے مالی اور عسکری وسائل تباہ ہو کر رہ جائیں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے بھارت میں سیکولرازم اور رام راج کی کشمکش اور اس پس منظر میں بھارتی مسلمانوں کے لئے ممکنہ لائحہ عمل کے بارے میں اپنے خطاب میں علامہ اقبالؒ کے ۱۹۳۰ء کے خطبۂ الٰہ آباد کا خاص طور پر حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ سیکولرازم اور نیشنلزم کے تصورات کو اختیار کرنا

ہندوؤں کی تو مجبوری تھی کہ وہ خود کبھی بھی ایک قوم نہیں رہے' مگر بھارتی مسلمانوں کو دو قومی نظریے پر کاربند رہتے ہوئے ان تصورات کی مکمل نفی کرنی چاہئے تھی اور بحیثیت مسلمان اپنے جداگانہ تشخص کو اجاگر کرنا چاہئے تھا۔ انہوں نے کہا بھارت کے مسلمانوں کو بطورِ اقلیت کے بھارت کے مخلوط انتخابات میں حصہ لینے سے انکار کرتے ہوئے حکومت سے یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ انہیں ہندوستان میں وہ تمام حقوق دیئے جائیں جو بین الاقوامی سطح پر اقلیتوں کو گارنٹی کئے جاتے ہیں اور یہ کہ ان کے لئے جداگانہ انتخابات کا بندوبست کیا جائے۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف یہ کہ دو قومی نظریے سے پورے طور پر ہم آہنگ ہے بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے عافیت کا راستہ بھی یہی ہے۔ ہندوستانی سیاست کے قومی دھارے میں مسلمانوں کی شرکت کبھی بھی ان کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئی۔

امیر تنظیم اسلامی نے واضح کیا کہ مسلمانوں کے ووٹوں سے خوف محسوس کرتے ہوئے ردِ عمل کے طور پر اندرا گاندھی نے ہندو دیوی کا روپ اختیار کیا اور اسی بنیاد پر ہندو ووٹ کو مجتمع کیا' جس کے نتیجے میں آج بھارت میں ہندو فرقہ پرستی اور رام راج کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جہاں پاکستان میں ووٹوں کی سیاست کی دلدل میں پھنس کر آج تمام مذہبی جماعتیں قطعی بے اثر ہو چکی ہیں وہاں بھارت کے مسلمانوں پر سیکولرازم اور اس پر مبنی طرزِ سیاست کے نہایت منفی اور مضر اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج یوپی جیسے صوبے میں جہاں بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کے ووٹوں کی تعداد فیصلہ کن تھی ہندو فرقہ پرست جماعت بی جے پی کی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ اس کا فوری سبب یہ بنا کہ اس صوبے میں مسلمانوں کے ووٹ مختلف سیکولر جماعتوں میں تقسیم ہو گئے جس کا فائدہ بی جے پی کو پہنچ گیا۔ گویا مسلمان ووٹ خود مسلمانوں کی جڑوں میں بیٹھ گیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اس صورت حال سے بچنے کے لئے بھارتی مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انہیں اپنے آپ کو ایک اقلیت کے طور پر منظم کرنا چاہئے تاکہ ان کے حقوق بین الاقوامی اصولوں کی روشنی میں پوری طرح محفوظ ہو جائیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے اپنے خطاب کے آخر میں کہا کہ بھارتی مسلمان سیکولرازم اور نیشنلزم کے تصورات کی کامل نفی کر کے اپنی جداگانہ حیثیت کو منوائیں' جبکہ انہوں نے پاکستانی مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ احیائے خلافت کو اپنا قومی نصب العین بناتے ہوئے جدوجہد کا آغاز کریں۔ شاید اس طرح اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر کر کے ہماری توبہ قبول فرما لے اور اپنا وہ عذاب ہم سے ٹال دے جس کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ ○○

جمہوریت نہیں، خلافت!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا خطابِ جمعہ

(۵ رجولائی ۱۹۹۱ء)

حضرات! آج مجھے ایک خالص ملی موضوع پر گفتگو کرنی ہے، جس کے بارے میں کچھ ہی عرصہ قبل میں نے ایک رائے قائم کی ہے اور جس کا اظہار میں نے سفرِ حج پر روانہ ہونے سے قبل کراچی میں ۲۱ر جون کے خطابِ جمعہ میں کیا تھا۔ یعنی اب ہمیں اپنے سیاسی نظام کے ضمن میں جمہوریت کی اصطلاح ترک کر کے خلافت کی اصطلاح استعمال کرنی چاہئے۔ اس موضوع پر اگرچہ میں نے اپنے گزشتہ جمعہ کے خطاب میں بھی گفتگو کی تھی، مگر اس کے تشنہ رہ جانے کی وجہ سے کچھ چہ میگوئیاں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ ناقدین کے لئے بھی اس پر تنقید کا موقع پیدا ہوا اور ہمارے اپنے ساتھیوں میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی کہ ایک طویل عرصہ تک جمہوریت کی حمایت کرنے کے بعد اب ہم جو یہ اصطلاح اختیار کر رہے ہیں، اس سے بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں خلجان پیدا ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں آج کی پوری گفتگو کو اسی کے لئے خالص کر رہا ہوں۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ عہدِ حاضر کی اسلامی ریاست اور اسلام کے سیاسی نظام کی بحث کے سلسلے میں ایک بہت پیچیدہ سوال جو پیدا ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور جمہوریت، جس کا اصل الاصول عوام کی حاکمیت ہے، کے مابین پیوند کاری کس طرح سے ہو، ان دونوں متضاد تصوّرات کو کیسے جمع کیا جائے؟ ایک طرف اسلام کا اصل الاصول ہے، جس میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے، یعنی یہ کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

انسانی حاکمیت کا تصوّر کفر اور شرک ہے اور یہ تصوّر اسلام کے ساتھ قطعاً کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ دوسری طرف زمانے کا ایک تقاضا ہے جس کو علامہ اقبالؒ نے اپنی مشہور نظم "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں بیان کیا ہے۔ اس نظم میں ملّتِ اسلامیہ کے نام علامہ اقبال کا پیغام جامع ترین صورت میں اس طرح سامنے آتا ہے کہ ابلیس کو یہ اندیشہ ہے کہ ۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں!

گویا ابلیس نے اپنی مجلسِ شوریٰ میں یہ تشویش ظاہر کی کہ عصرِ حاضر کے جو تقاضے ہیں' ان کی بناء پر اندیشہ ہے کہ شرعِ پیغمبر یعنی اسلامی نظام کے بہت سے تقاضے' جو چند اسباب کی بناء پر لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تھے' کہیں دوبارہ ظاہر نہ ہو جائیں۔ اس شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ کے نزدیک عصرِ حاضر کے تقاضے غلط نہیں' بلکہ درست ہیں اور ان میں سے ایک تقاضا یہ ہے کہ اب عوام میں اپنے حقوق کا شعور بیدار ہوگیا ہے۔ اسی عوامی شعور سے دنیا میں جمہوریت کی بنیاد پڑی' اسی کی بناء پر فرانس کا انقلاب آیا اور جمہوریت کے دور کا آغاز ہوا۔ تو اب گویا دو متضاد چیزیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک طرف اسلام کا اصل الاصول یعنی اللہ کی حاکمیت کا تصوّر ہے اور دوسری طرف حاکمیتِ جمہور کا تصوّر ہے جو عصرِ حاضر کے تقاضے کے طور پر اُجاگر ہوا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ کی حاکمیت کی بات بڑے دو ٹوک انداز میں کی گئی ہے۔ سورۂ یوسف میں فرمایا گیا: "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" کہ حکم دینے کا اختیار سوائے اللہ کے کسی کو حاصل نہیں ہے اور سورۂ کہف میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا: "وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهٖٓ اَحَدًا" یعنی وہ اپنی حاکمیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ جیسا کہ بارہا عرض کیا گیا ہے' عظیم حقیقتیں قرآن حکیم میں بار بار آتی ہیں' صرف اسلوب اور ترتیب بدل جاتی ہے۔ چنانچہ یہی بات سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے کہ "وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ"۔ اور یہ بات عقیدۂ توحید کے ان اہم ترین نتائج میں سے ہے جن کا تعلق عمرانیاتِ انسانی سے ہے۔ بلکہ یہ

کہنا شاید غلط نہ ہو کہ اجتماعی نظام کے ضمن میں سماجی، سیاسی اور معاشی سطح پر عقیدۂ توحید کی تین نہایت اہم فروعات (Corollaries) میں سے اہم ترین یہی ہے۔ یعنی حاکمیت کا اختیار اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ دوسری طرف عصرِ حاضر کے اپنے تقاضے ہیں۔ عوام میں اپنے حقوق کا جو شعور پیدا ہوا ہے اس نے جمہوریت کے تصور کو جنم دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس کی بھی تعبیر کی ہے کہ ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر!

"ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں ہی ابلیس کا ایک مشیر کہتا ہے کہ جمہوریت سے تو ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، جب سے آدم میں خود شناسی پیدا ہوئی ہے اور اسے اپنے حقوق کا شعور ہوا ہے، ایک کسان اور ایک مزدور بھی اب یہ مطالبہ کرنے لگا ہے کہ میرے بھی کچھ حقوق ہیں، صرف کارخانہ دار اور زمیندار ہی انسان نہیں، ہم بھی انسان ہیں، تو اس کے تقاضے کے طور پر ہم نے ملوک و سلاطین کی حاکمیت کے بجائے حاکمیتِ عوام (Popular Sovereignty) کا نظریہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

اصل حل طلب مسئلہ

اب ہمارے لئے اصل حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی حاکمیت اور عوامی حاکمیت کے ان دونوں تصورات کو جوڑیں تو کیسے؟ ——— اپنی اپنی جگہ پر یہ دونوں تصورات بالکل واضح اور صاف ہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مابین پیوندکاری کس طرح سے ہو؟ حاکمیتِ عوام کے مسئلہ کو لیجئے، اس کا تصور بالکل سادہ اور واضح ہے۔ صرف یہ بات طے کرنے کی ہے کہ وہ حاکمیت کیسے بروئے کار آئے۔ ایک ملک کے اندر اگر بالفرض دس کروڑ انسان بس رہے ہیں اور حاکمیت ان سب کا حق ہے تو گاڑی کیسے چلے گی۔ ہندی کہاوت ہے کہ "تو بھی رانی میں بھی رانی، کون بھرے گا پانی؟" اگر سب ہی حاکم ہو جائیں تو نظام کیسے چلے گا۔ لہٰذا اس کی عملی شکل یہ دریافت کی گئی کہ لوگ اپنی رائے کے اظہار کے ذریعے، جس کا نام ووٹ ہے، اپنا حقِ حاکمیت اپنے میں سے بعض افراد کو تفویض کریں۔ اور اس تفویض کرنے کی دنیا میں دو شکلیں رائج ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ دس

کروڑ عوام اپنے ووٹ کے ذریعے تین چار سو نمائندوں کو حقِ حاکمیت تفویض کرتے ہیں اور یہ نمائندے اپنے میں سے ایک سربراہ چُن لیتے ہیں' جس کا نام وزیر اعظم ہوتا ہے۔ اس طرح سے ان منتخب نمائندوں پر مشتمل ایک پارلیمنٹ وجود میں آ جاتی ہے۔ وزیر اعظم کو جب تک پارلیمنٹ کی اکثریت کی حمایت حاصل رہتی ہے' وہ وزیر اعظم رہتا ہے اور جیسے ہی وہ اکثریت کا اعتماد برقرار نہیں رکھ سکتا' اس کی وزارتِ عظمیٰ ختم ہو جاتی ہے۔ یہ پارلیمانی نظام ہے' جو ہمارے ملک میں جیسے تیسے چل رہا ہے۔ (اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظام یہاں صحیح معنوں میں چلنے ہی نہیں دیا گیا اور اس کے چلنے کی کوئی صورت بالفعل پیدا ہی نہیں ہوئی۔ بہرحال اُصولی طور پر ہم اسی پارلیمانی نظام سے واقف ہیں)۔ حاکمیت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دس کروڑ عوام میں سے جتنے بھی ووٹ کا حق رکھتے ہوں' وہ براہِ راست اپنے ووٹوں سے اپنے لئے ایک حاکم چُن لیں' یعنی اپنی حاکمیت کو کسی ایک فرد کی ذات میں مرکوز کر دیں۔ گویا عوام نے اپنے حقِ رائے دہی کو استعمال کر کے اپنا حقِ حاکمیت ایک شخص کو تفویض کر دیا کہ وہ پانچ سال تک اس حق کو نیابتاً استعمال کرے۔ یہ صدارتی نظام ہے۔ اس نظام میں بھی قانون سازی کے لئے ایک ادارہ تشکیل دیا جاتا ہے' جسے پارلیمنٹ یا کانگرس کہا جاتا ہے۔ صدر کو چونکہ عوام نے براہِ راست منتخب کیا ہوتا ہے' لہٰذا اسے براہِ راست کانگرس کی اکثریت کی حمایت درکار نہیں ہوتی۔ اگر کانگرس میں اس کے حامی اقلیت میں رہ جائیں تو بھی وہ اپنے عہدے کی وہ میعاد پوری کرتا ہے' جس کے لئے عوام نے اسے اپنا حقِ حاکمیت تفویض کیا ہوتا ہے۔

ان دونوں نظاموں میں جو بھی کانگرس یا پارلیمنٹ بنتی ہے' اس کے حقِ قانون سازی پر کوئی قدغن نہیں ہوتی۔ کانگرس یا پارلیمنٹ کے ارکان اکثریتِ رائے سے جیسا قانون چاہیں بنا لیں۔ وہ زنا کو جائز قرار دینا چاہیں تو وہ جائز ہو جائے گا۔ وہ عملِ قومِ لوطؑ کو قانوناً جائز قرار دے دیں' تو اسے قانونی تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ شراب کو جائز قرار دینا چاہیں یا حرام' سارا اختیار ان کے پاس ہے۔ دو مردوں کی شادی کو دستوری اور قانونی قرار دینا چاہیں تو کوئی ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ کوئی اور بالاتر اختیار و اقتدار نہیں ہے جس کے تابع ہو کر انہیں قانون سازی کرنی پڑے۔ پارلیمنٹ یا کانگرس کی قانون سازی مطلق ہے۔ اس لئے کہ عوام کے پاس مطلق حاکمیت کا جو اختیار تھا' وہ

انہوں نے پورے طور پر پارلیمنٹ یا کانگرس کو تفویض کر دیا۔ یہ نظام اپنی جگہ خواہ کتنا ہی غلط اور گمراہ کُن ہو لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ بالفعل دنیا میں قائم ہے اور اس میں کوئی عملی پیچیدگی نہیں ہے۔

حقیقت میں تو کائناتِ ارضی و سماوی کا بادشاہ ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور یہ حقیقت جس کا آج ہمیں اِدراک و شعور حاصل نہیں' قیامت کے دن پوری طرح منکشف ہو جائے گی' جب کہا جائے گا: "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"۔ "آج کس کی بادشاہت ہے؟ صرف اللہ ہی کی' جو واحد اور قہار ہے!" لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں کچھ آزمائشی اور امتحانی طور پر آزادی دے رکھی ہے' اگرچہ اس آزادی کی حیثیت ایسی ہی ہے کہ کسی کو ہلدی کی ایک گانٹھ مل جائے تو وہ پنساری بن کر بیٹھ جائے۔ اللہ نے انسان کو جو تھوڑا سا اختیار اور مہلت دے رکھی ہے' وہ اس کے امتحان کی غرض سے ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

"موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھا کام کرتا ہے"۔

انسان اگر اس اختیار و آزادی کی بِناپر دنیا میں اپنی حاکمیت کا ڈنکا بجا لے یا بالفاظِ دیگر اپنی پنساری کی دکان چلا لے تو اس کی اجازت ہے۔ اس کا جو بھی نتیجہ نکلے گا وہ آخرت میں نکلے گا۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں اس وقت یہ نظام چل رہا ہے۔

دنیا میں اللہ کی حاکمیت کے قیام کی ممکنہ صورتیں

(ا) بواسطۂ نبوت

حاکمیتِ عوام کے بالکل برعکس اللہ کی حاکمیت کا تصور ہے۔ آیئے ہم جائزہ لیں کہ دنیا میں اللہ کی حاکمیت کے قیام اور اس کی بالفعل اور واقعۃً تنفیذ کی کتنی صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ اس کی نہایت سادہ اور واضح ترین صورت "نبوت" تھی' جس کا اب وجود نہیں۔ وہ صورت اسی وقت تک تھی جب تک دنیا میں نبوت کا سلسلہ جاری تھا۔ نبی چونکہ اللہ کا نمائندہ ہوتا تھا' لہٰذا اختیارِ مطلق نبی کے ہاتھ میں تھا۔ اس طرح نبی کی

حاکمیت عملاً اللہ ہی کی حاکمیت تھی۔ شخصی اعتبار سے نبی کی حیثیت "خلیفۃ اللہ" کی تھی اور قانون سازی کا اختیار بھی عملاً نبی کے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے ذریعے حلال و حرام کا جو بھی حکم دیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نافذ فرمایا۔ پھر آپ ؐ نے اللہ کے احکام کی توضیح و تشریح بھی فرمائی اور ان میں اضافے بھی فرمائے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ کوئی شخص دو حقیقی بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ اسلام میں اگرچہ چار شادیوں کی اجازت ہے' لیکن اس سلسلے میں جو قدغنیں عائد کی گئی ہیں' ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی حکم کی توسیع فرمائی اور واضح فرما دیا کہ اس حکم کا اطلاق پھوپھی اور بھتیجی پر بھی ہوگا اور خالہ اور بھانجی پر بھی۔ یعنی حقیقی بہنوں کی طرح نہ تو پھوپھی اور بھتیجی کسی ایک شخص کے نکاح میں بیک وقت آسکتی ہیں اور نہ ہی خالہ اور بھانجی۔ نبی ؐ کا یہ تشریعی اختیار اللہ تعالیٰ کا تفویض کردہ تھا اور اس سلسلے میں انہیں وحی کے ذریعے براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات موصول ہوتی تھیں۔ جیسا کہ سورۃ النجم میں فرمایا گیا: **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى**۔ کہ آپ ؐ کے دہنِ مبارک سے ایک حرف بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہشِ نفس پر مبنی ہو' بلکہ آپ ؐ دین کے باب میں جو کچھ فرماتے ہیں' وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے! گویا ؎ "گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود"۔ تو جب تک نبوّت کا سلسلہ جاری تھا' اللہ کی حاکمیت کی واضح ترین اور سادہ ترین صورت موجود تھی۔ جس نے نبی کی نبوّت کا اقرار کرلیا' اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرلیا۔ **مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ** "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ اور **وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ** "ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے"۔ تو اللہ کی حاکمیت کی سادہ ترین صورت جو ہمارے سامنے بتمام و کمال آتی ہے' وہ نبوّت ہے۔ دورِ نبوی ؐ کا اپنا ایک سیاسی نظام تھا' ایک حکومت تھی جو پہلے اس وقت ایک سیاسی ریاست کی شکل میں قائم ہوئی جب آپ ؐ مدینہ منوّرہ میں بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ پھر آپ ؐ کی زندگی ہی میں اس نے پورے جزیرہ نمائے عرب میں حکومت کی شکل

اختیار کر لی۔ بہرحال وہاں کا نظام بالکل واضح تھا۔ یعنی آخری اختیار محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت و رسالت کے خاتمے کے ساتھ ہی اللہ کی حاکمیت کی یہ صورت ختم ہو چکی ہے۔

(۲) بواسطۂ امامتِ معصومہ

نبوّت کے بعد دوسرے درجے پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کی جو سادہ ترین صورت ہے، وہ اگرچہ اتنی اہم نہیں ہے کہ ہم اس پر تفصیل سے غور کریں، لیکن میں اسے یہاں اس لئے بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ علمی اور نظری اعتبار سے آپ کی سمجھ میں پورا خاکہ آ جائے کہ نبوّت کے خاتمے کے بعد بھی دنیا میں کم سے کم نظری طور پر ایک صورت ایسی رہی ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہم اس صورت کے قطعاً قائل نہیں ہیں اور اس کا تصوّر ہمارے عقائد سے کلیتہً متصادم ہے۔ اللہ کی حاکمیت کو دنیا میں قائم کرنے کی یہ صورت امامتِ معصومہ کے تصوّر میں پائی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ تصوّر "امامیہ" کا ہے، جن کے اس وقت دنیا میں تین گروہ ہیں۔ (i) اثنا عشری، جنہیں ہم اہلِ تشیّع کہتے ہیں۔ (ii) اسماعیلی، جنہیں عرفِ عام میں آغا خانی کہا جاتا ہے۔ اور (iii) بوہری فرقہ جن کا تصوّر ذرا مختلف ہے۔ ان تینوں گروہوں کو مجموعی طور پر "امامیہ" کہا جاتا ہے۔ ان کے تصوّرِ امامت کے چار لازمی جزو ہیں۔ (ا) امام معصوم ہیں، ان سے خطا ہو ہی نہیں سکتی۔ نبوّت کے خاتمے کے بعد نبوت کا ایک جزو یعنی معصومیت اب امامتِ معصومہ کا خاصہ ہے۔ (۲) جیسے نبی یا رسول اللہ کی طرف سے ماموز (Appointed) ہوتے تھے، ایسے ہی امام بھی مامور من اللہ ہیں۔ (۳) جیسے نبی اور رسول مفترض الطاعۃ ہوتے تھے اور شخصی حیثیت میں ان کی اطاعت لازم ہوتی تھی، اسی طرح امام بھی مفترض الطاعۃ ہیں اور وہ اپنی شخصی اور ذاتی (individual) حیثیت میں مطاع ہیں۔ (۴) دنیا میں اگرچہ اللہ کی کتاب موجود ہو، جیسے کہ قرآن ہے، لیکن اس کے حقیقی معانی صرف امام سمجھ سکتا ہے۔ کتاب اللہ کی ہر آیت کا ایک ظاہری اور ایک باطنی مفہوم ہے۔ ظاہرِ الفاظ اور صرف و نحو کی مدد سے اس کے صرف ظاہری مفہوم کو سمجھا جا سکتا ہے، لیکن ہر آیت کے باطنی مفاہیم، اس کے باطنی مقاصد اور باطنی حقائق سے صرف امام ہی واقف ہوتا ہے۔ پھر

اس کائنات کے اصل حقائق بھی صرف امام کے علم میں ہیں۔ لہٰذا اگرچہ دنیا میں "قرآن" کے نام سے اللہ کی کتاب موجود ہے، لیکن یہ اپنی ظاہری صورت میں واجب العمل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا اصل مفہوم تو صرف امام معصوم ہی بتا سکتا ہے۔

اب ظاہر بات ہے کہ جس شخص میں یہ چار چیزیں جمع ہو جائیں تو وہ تو نبی کے ہم پلہ ہو گیا، چاہے اس کے لئے نبی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ درحقیقت اس تصور میں امام کو صرف وحی کے نزول سے فارغ رکھا گیا ہے، ورنہ نبوت کی دوسری تمام خصوصیات امام میں تسلیم کی گئی ہیں۔ بہرحال ان حضرات کے نزدیک امام چونکہ نبوّت کی بہت سی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے لہٰذا وہ نبی ہی کی طرح زمین پر اللہ کا نمائندہ اور خلیفہ ہے۔ اس کا حکم گویا کہ اللہ کا حکم ہے۔ وہ جو فیصلہ کر دے، وہ گویا کہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کی ایک سادہ اور آسان صورت یہ بھی ہو سکتی تھی ـــــــ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس امامیہ نظریہ کے حامل لوگوں کی اکثریت کے نزدیک فی الحال امام معصوم غائب ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق بارہویں امام کہیں چھپے ہوئے ہیں اور ان کو چھپے ہوئے بھی بارہ سو برس ہو چکے ہیں۔ اب نہ معلوم کب ان کا ظہور ہوگا۔ اور جب وہ ظاہر ہوں گے تبھی یہ مسئلہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ امام معصوم کی غیبوبتِ کبریٰ کا یہ جو زمانہ ہے اس میں تو گویا وہ وہیں کھڑے ہیں جہاں ہم کھڑے ہیں۔

امام معصوم کی غیبوبت کے بارے میں امامیہ کے تینوں فرقوں میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ پہلے چھ امام تو تینوں کے مشترک ہیں۔ یعنی (i) حضرت علیؓ (ii) حضرت حسنؓ (iii) حضرت حسینؓ (iv) علی بن حسینؒ زین العابدین (v) محمد باقرؒ اور (vi) محمد جعفر صادقؒ ـــــــ ان میں مقدّم الذکر تین تو صحابہؓ ہیں اور مؤخر الذکر تین جلیل القدر غیر صحابہ شخصیات ہیں۔ ان کے بعد جعفر صادقؒ کے بڑے بیٹے اسماعیلؒ کے پیرو اسماعیلی کہلاتے ہیں اور چھوٹے بیٹے موسیٰ کاظمؒ کو ماننے والے اہلِ تشیع ہیں جو موسوی یا موسیٰ کاظمی کہلاتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے بارہویں امام غائب ہیں، جو عباسی خلفاء کے خوف سے کہیں چھپ گئے تھے اور ابھی تک چھپے ہوئے ہیں۔ آگے چل کر اسماعیلیوں میں سے ایک شاخ الگ ہوئی، جنہیں "بوہری" کہا جاتا ہے۔ ان کے غالباً اٹھائیسویں امام غائب ہو گئے۔ البتہ اسماعیلیوں میں "امام حاضر" کا تصور ہے، اور اگر

کہیں بالفرض اسماعیلی حکومت قائم ہو جائے' جیسا کہ ایک عالمی سازش بھی ہے کہ پاکستان کے شمالی علاقے' چترال' گلگت اور ہنزہ وغیرہ کو ملا کر ایک اسماعیلی ریاست قائم کر دی جائے' تو ایسی ریاست کا حاکم مطلق ان کا امام معصوم ہو گا' جو اس وقت غالباً پرنس کریم آغا خان ہے۔

(۳) بواسطۂ اسلامی جمہوریت

جہاں تک ہمارا معاملہ ہے' عقیدۂ ختمِ نبوّت ہمارے ایمان کا جزوِ لازم ہے' چنانچہ ہم امامتِ معصومہ کے کسی بھی درجے میں قائل نہیں ہیں۔ لہٰذا غور طلب بات یہ ہے کہ اب حاکمیتِ خداوندی کا نظام کیسے قائم ہو۔ یہ ہے اصل پیچیدہ مسئلہ جس کو سمجھانے کے لئے ہم مختلف اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ دورِ حاضر میں اس کے لئے لفظ "جمہوریت" کے ساتھ لفظ "اسلامی" استعمال کر لیا جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کو تسلیم کرتے ہوئے' اُن امور میں کثرت رائے سے فیصلے کرنا جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے واضح احکام موجود نہیں ہیں' یعنی حاکمیتِ مطلقہ تو صرف اللہ کی ہے اور اس کا مظہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے جو صریح احکام ہیں وہ تو ہر حالت میں واجب التنفیذ ہیں۔ البتہ جہاں حاکمیتِ حقیقی و مطلقہ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کوئی واضح حکم نہیں ہے وہ گویا کہ حاکمیتِ عوام کا دائرہ ہے' جہاں لوگ اپنے نمائندوں کے ذریعے سے باہمی مشورے اور کثرتِ رائے سے فیصلہ کر لیں۔ تو گویا کہ حاکمیتِ خداوندی اور حاکمیتِ عوام کے اپنے اپنے دائرے معین کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حقیقت کو میں نے بارہا ایک حدیثِ نبویؐ کے حوالے سے واضح کیا ہے' جس کے الفاظ ہیں: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الْخِيَةِ" کہ مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہو۔ اب اس مثال کو ذرا پھیلایئے۔ فرض کیجئے آپ کے پاس ایک کھلا میدان ہے' جس میں آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا گھوڑا ذرا بھاگے دوڑے اور اپنے ہاتھ پاؤں کھولے۔ لیکن آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ بھاگ نہ جائے' لہٰذا اسے باندھ کر بھی رکھنا ہے۔ یہ دو متضاد تقاضے پورے کرنے کے لئے آپ ایک سو گز لمبی رسی لے کر اسے

کھونٹے سے باندھ دیتے ہیں۔ اب سو گز نصف قطر (Radius) کا ایک دائرہ وجود میں آ جائے گا' جس میں یہ گھوڑا آزاد ہے کہ خواہ مشرق میں جائے یا مغرب میں' خواہ پچاس گز پر بیٹھ جائے یا کھونٹے سے لگ جائے' اسے یہ اختیار حاصل ہے۔ اس سو گز نصف قطر کے دائرے میں گھوڑا آزاد ہے یعنی اپنی مرضی کا مالک یا حاکم ہے' لیکن چاروں سمتوں میں اسے ایک سو ایک واں گز نہیں آئے گا۔ یہ پابندی اور آزادی کا امتزاج ہے۔ بالکل اسی طرح سمجھئے کہ اسلامی ریاست میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے واضح احکام کی روشنی میں جو ایک معین دائرہ وجود میں آ جاتا ہے' آپ اس دائرے سے باہر نہیں جا سکتے۔ آپ کی پارلیمنٹ کی ۵۱ فیصد تو کیا' صد فی صد اکثریت بھی اس دائرے سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ سورۃ الحجرات کے آغاز میں یہ اصولی بات ارشاد فرما دی گئی ہے کہ: **يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ**--- "اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے مت بڑھو!" اور اگر ایسا ہوا تو آپ "اسلامی" نہیں رہے' اگرچہ آپ اپنے طور پر اسلامی ریاست اور اسلامی ملک کا ڈھنڈورا پیٹتے رہیں۔ سورۃ الطلاق میں دو ٹوک الفاظ میں فرمایا گیا ہے: **مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ** کہ جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے تو پھر اپنے نفس پر ظلم کیا' یعنی وہ کفر و شرک میں چلا گیا اور سورۃ المائدہ میں یہ مضمون بار بار آیا ہے کہ: **وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ...... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ...... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ**۔ کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اتارے ہوئے احکام اور شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے' وہی تو کافر ہیں ...... وہی تو ظالم اور مشرک ہیں ...... وہی تو فاسق اور بدکردار ہیں' تو اگر آپ نے حدود اللہ سے تجاوز کیا تو آپ پر اس قرآنی فتوے کا اطلاق ہو جائے گا۔ البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے واضح احکام کے اندر اندر' جو دائرہ وجود میں آتا ہے اس میں آپ آزاد ہیں۔ یہ "اَمْرُهُمْ" کا دائرہ ہے' جس میں اللہ نے خود اپنی حکمت سے لوگوں کو اختیار دیا ہے کہ ان معاملات میں لوگ باہمی مشورے سے اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے فیصلے کریں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ کے اندر یہ ایک محدود اختیار ہے جو اللہ نے لوگوں کو دیا ہے۔

جمہوریت اور حاکمیتِ عوام کا تصوّر : "اسلامی جمہوریت" کا یہ تصوّر ہم

ایک عرصے سے بیان کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بھی درحقیقت ہمارے اس اصل الاصول کے مطابق ہے جسے میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ اصلاً تو ہمیں قرآن و سنّت ہی کی اصطلاحات استعمال کرنی چاہئیں' اس لئے کہ ہر جدید اصطلاح کے ساتھ کچھ نہ کچھ ایسے تصوّرات وابستہ ہوتے ہیں جو اس کا جزوِ لاینفک ہوتے ہیں اور جن کو ذہنوں سے نکال دینا ممکن نہیں ہوتا' لہٰذا نئی اصطلاحات کے استعمال میں یہ خطرات اور اندیشے ہوتے ہیں کہ کہیں اصل تصوّرات مسخ نہ ہو جائیں۔ لیکن دوسری طرف اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھنا پڑتا ہے کہ ہر زمانے میں جو اصطلاحات عام ہو چکی ہوتی ہیں' عوام النّاس انہی کے حوالے سے بات آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا ابلاغِ عامہ یعنی عام لوگوں کے ذہنوں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے جدید اصطلاحات کا سہارا لینا ایک ضرورت ہے۔ البتہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ابتدائی طور پر لوگوں کو کسی نئے تصوّر کے سمجھانے میں جدید اصطلاحات کا سہارا لے لیا جائے' لیکن پھر اس کے بعد قرآن و سنّت کی اصل اصطلاحات کی طرف رجوع کیا جائے اور انہی کو اختیار کیا جائے۔ درحقیقت اسی اصول کے تحت ہم اب یہ عرض کر رہے ہیں کہ یہ جو تصوّرِ جمہوریت ہے' حاکمیتِ عوام کا تصوّر اس کا جزوِ لاینفک ہے۔ ہمارے ہاں کچھ عرصے سے پارلیمنٹ کی حاکمیت (Sovereignty) پر بڑی بحثیں چل رہی ہیں۔ ہمارے جدید دانشور تو بہت ہی کھلّم کھلّا کہہ رہے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی عدالت کو یہ طے کرنے کا اختیار دے دیا جائے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے' اصل حاکمیت پارلیمنٹ کی ہے اور اسے دستور سازی کا مطلق اختیار حاصل ہونا چاہئے۔ حتیٰ کہ علامہ اقبال جیسی محترم شخصیت کے فرزند جاوید اقبال صاحب بھی اس وقت اس ملک میں پارلیمنٹ کی حاکمیت کے بہت بڑے پرچارک بن کر کھڑے ہوگئے ہیں۔ حالانکہ انہی کے والد محترم کا دیا ہوا تصوّر یہ ہے کہ ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

یعنی حاکمیتِ مطلقہ اللہ کی ہے' نہ کہ کسی پارلیمنٹ کی۔ انسانی حاکمیت کا تصوّر تو کفر اور شرک ہے اور درحقیقت توحید کی نفی ہے' جو اسلام کا اصل الاصول ہے۔ توحید کا تقاضا ہے کہ اللہ کے سوا ہر کسی کی حاکمیت کی نفی کی جائے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

"اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" اور "وَلَا یُشْرِکُ فِی حُکْمِہٖ اَحَدًا"۔ اس اعتبار سے یہ جو بحث چھڑ گئی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ اب لوگوں سے یہ کہا جائے کہ اب جمہوریت کی اصطلاح ہی کو تج دو' اسے ترک کر دو کہ یہ اصطلاح قرآن و حدیث کی اصطلاح نہیں ہے۔

(۴) بواسطۂ خلافت

ایک عام فہم اصطلاح ہونے کے اعتبار سے ہم اب تک تھیاکریسی' ملوکیت اور آمریت کے مقابلے میں اسلامی جمہوریت کی اصطلاح استعمال کرتے رہے ہیں۔ اس وقت دنیا میں یہ تینوں نظام معروف ہیں اور ہدفِ تنقید بنتے ہیں۔ ایک تھیاکریسی یعنی طبقہ علماء کی حکومت' دوسری ملوکیت یعنی خاندانی بادشاہت' اور تیسری آمریت' یعنی کوئی ایک شخص آمرِ مطلق بن کر بیٹھ جائے۔ مارشل لاء یعنی فوج کی حکومت بھی اسی آمریت کی ایک صورت ہے۔ ان سب کے مقابلے میں ہم اسلام کے مطلوبہ نظام کے لئے اسلامی جمہوریت کی اصطلاح استعمال کرتے رہے ہیں۔ خاص طور پر اس ملک کے حالات کے اعتبار سے ہمارا یہ نقطہ نظر رہا ہے کہ مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت کی تائید لازماً کی جانی چاہئے اور یہ ہم نے مسلسل کی ہے۔ کم سے کم ۱۹۸۰ء سے لے کر آج تک تو یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ میں نے مارشل لاء کی مخالفت اور جمہوریت کی تائید کی ہے۔ لیکن مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت کی تائید کی حیثیت اور ہے' جبکہ اسلامی ریاست کے سیاسی نظام کے لئے مطلقاً اس اصطلاح کو اختیار کر لینا بالکل دوسری بات ہے۔ چنانچہ الحمدللہ ذہن منتقل ہوا کہ ہمیں اسلامی ریاست اور اسلام کے سیاسی نظام کے لئے قرآن و سنت کی اصل اصطلاح یعنی "خلافت" استعمال کرنی چاہئے' اس لئے کہ اس سے حاکمیت کی قطعاً نفی ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی یہ لفظ خلافتِ راشدہ کے سنہری دور کا عنوان رہا ہے اور ہماری تاریخ میں تسلسل کے ساتھ موجود رہا ہے' جیسے خلافتِ بنواُمیہ' خلافتِ بنوعباس اور خلافتِ عثمانیہ ـــــ البتہ ۱۹۲۴ء میں جب خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا' جس پر علامہ اقبال نے کہا تھا ع "چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا!" تب یہ لفظ ہمارے ذہنوں سے اوجھل ہونا شروع ہوا۔ خلافتِ عثمانیہ اگرچہ محض نام کی خلافت تھی' لیکن بہرحال

اس اعتبار سے غنیمت تھی کہ یہ مسلمانوں کی ملی اجتماعیت کا مرکز و محور سمجھی جاتی تھی' اس کے خاتمے سے وہ مرکز ختم ہوگیا۔ بہرحال اب ہمیں اس لفظ خلافت کو اپنانا چاہئے اور اسے استعمال کرنا چاہئے جو ہماری تاریخ میں اور ہمارے اسلاف میں موجود رہا ہے۔

امریکہ اور انگلستان میں چند سالوں سے میری ملاقات عالمِ عرب کے نوجوانوں کی ایک تحریک "حزب التحریر" کے رہنماؤں سے ہوتی رہی ہے۔ اس تحریک نے بھی اسی لفظ خلافت کو اپنایا ہے اور انہوں نے اپنی جدوجہد کا منتہائے مقصود دنیا میں احیائے خلافت کو قرار دیا ہے۔ پچھلے دنوں کچھ اور حضرات سے ملاقات ہوئی تو ان سے گفتگو کے بعد یہ انشراحِ صدر ہوا کہ اب ہمیں جمہوریت کی اصطلاح ترک کر کے اصل قرآنی اور دینی اصطلاح خلافت ہی اختیار کرنی چاہئے۔

قرآن حکیم میں "خلافت" کا ذکر

(ا) اب ہم قرآن حکیم کے ان مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں جہاں خلافت کی یہ اصطلاح بیان ہوئی ہے۔ سورۃ البقرہ کے رکوع چہارم کا آغاز حضرت آدمؑ کو خلافتِ ارضی عطا کئے جانے کے ذکر سے ہوتا ہے۔ سورۃ البقرہ کا یہ بہت ہی اہم مقام ہے' جس میں حکمتِ قرآنی کا بہت اہم مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ مکی سورتوں میں جو بحثیں بڑی تفاصیل سے آئی ہیں' انہیں یہاں اختصار مگر کمال جامعیت کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ انہی میں سے سب سے پہلا تصور یہ ہے کہ:

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً

"یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

یعنی آدم کی تخلیق کے بعد انہیں اللہ نے جو اصل مقام و مرتبہ (Status) عطا فرمایا وہ خلافت کا ہے۔ خلافت کے معنی کیا ہیں؟ خلیفہ بذات خود حاکم نہیں' بلکہ کسی کا نائب ہوتا ہے۔ اس کے پاس اپنا ذاتی اختیار نہیں ہوتا بلکہ کسی کا عطا کردہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کی آزادی سے قبل یہاں انگریز نے اپنا جو نظام حکومت قائم کر رکھا تھا اس سے آپ حضرات بخوبی واقف ہوں گے۔ ہندوستان پر اصل میں تاج و تختِ برطانیہ کی حکومت تھی

اور ہم اس کے زیرِ نگیں تھے۔ لیکن برطانیہ کے بادشاہ یا ملکہ کی طرف سے ہندوستان کا ایک وائسرائے مقرر کیا جاتا تھا' جو حکومتِ برطانیہ کی طرف سے آنے والے احکام کی بلا چون و چرا تعمیل اور تنفیذ کرتا ——— لیکن جن معاملات میں حکومتِ برطانیہ کی طرف سے کوئی حکم نہ آتا' ان میں اسے اختیار حاصل ہوتا۔ چنانچہ مقامی معاملات میں وہ اپنی سوجھ بوجھ اور صوابدید سے فیصلے کرتا۔ یہ تصوّر خلافت (Vicegerency) کا تصور ہے۔ اس طرح خلافت' جمہوریت کے برعکس' حاکمِ مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین پر انسان کا مقام و مرتبہ (Status) معیّن کرتی ہے۔

حضرت آدمؑ کی خلافتِ ارضی کا ذکر سن کر فرشتوں نے ایک شبہے کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اے پروردگار! کیا تو زمین میں ایک ایسی مخلوق یا ہستی کو اختیار دے دے گا جو اس میں فساد مچائے گی اور خون ریزی کرے گی' جبکہ ہم تیری تسبیح و تحمید اور تقدیس میں لگے ہوئے ہیں' تیرے احکام کو بجا لاتے ہیں۔ تو ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ اس میں کیا حکمت ہے! فرشتوں کو یہ اشتباہ اس لئے لاحق ہوا کہ لفظِ خلافت میں اختیار کا تصوّر از خود موجود ہے' چاہے وہ محدود ہو۔ یہ اختیار فرشتوں کو حاصل نہیں۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ "يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ" --- کہ وہ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ سورۂ مریم میں فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیلؑ کا یہ قول نقل ہوا ہے: "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ" --- کہ اے نبیؐ ہم نازل نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپؐ کے ربّ کا حکم نہ ہو! "لَہٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِکَ" --- جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس کا بھی اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اس کا بھی اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔ اور اس کے مابین جو کچھ ہے (یعنی خود ہمارا وجود) اس کا اختیار بھی اللہ ہی کو حاصل ہے۔ لہٰذا فرشتوں کو یہ بات کھٹکی کہ آدم کو جو یہ اختیار دیا جا رہا ہے وہ کہیں اس کا غلط استعمال نہ کرے۔ اس طرح سے تو زمین میں خونریزی اور فساد برپا ہو جائے گا۔ اس کا جو اولین مسکت جواب دیا گیا وہ تو یہ ہے کہ:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ○

"یقیناً میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے!"

میری اپنی حکمت اور مشیت ہے جس کے تحت میں فیصلہ کر رہا ہوں۔ لیکن پھر ان کی کچھ

تشفی کے لئے ان کے سامنے یہ بات لائی گئی کہ آدم کو جہاں اختیار دیا جا رہا ہے، وہاں اسے علم بھی دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ آدم کو اللہ نے تمام نام سکھا دیئے۔ پھر ان اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو! مگر انہوں نے کہا:

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝

"پروردگار تو پاک ہے، ہمیں تو علم حاصل ہی نہیں، سوائے اس کے جو تو نے ہمیں عطا فرمایا۔ یقیناً تو سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے!"

اس پر اللہ نے آدم سے کہا کہ فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو! پھر جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے تھے۔ یہ دراصل ان کے اعتراض کا جواب نہیں تھا۔ فرشتوں کی کیا مجال کہ اللہ کے سامنے اعتراض اٹھائیں۔ لیکن ان کو یہ بتانا مقصود تھا کہ آدم کو خلافت کی صورت میں ایک محدود اختیار دیا جا رہا ہے۔ وہ اس دائرہ اختیار میں آزادی سے جو چاہے فیصلہ کرے۔ اور میں آدم کو اگر اختیار دے رہا ہوں تو ساتھ ہی علم بھی دے رہا ہوں۔

پھر اس کے بعد اس خلافتِ ارضی کے ظہور کے طور پر فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کروا دیا۔ گویا کہ فرشتوں کو مطیع کر دیا گیا کہ یہ آدم اگر چوری کرنے کے لئے بھی جانا چاہے تو تم نہیں روکو گے۔ حالانکہ فرشتے، جو اللہ کی غیر مرئی فوجیں ہیں، پوری کائنات کے چپے چپے پر موجود ہیں اور اس کائنات کی تکوینی حکومت فرشتوں ہی کے ذریعے چل رہی ہے، لیکن انہیں بتا دیا گیا کہ آدم کو ہم نے اختیار دے دیا ہے۔ یہ نماز کے لئے مسجد جانا چاہتا ہے تو جانے دو، چوری کرنے کے لئے جانا چاہتا ہے تو جانے دو، کہ دونوں صورتوں میں یہ ہماری طرف سے با اختیار ہے --- دونوں طرح کے اعمال کا نتیجہ یہ آخرت میں بھگت لے گا، لیکن اس وقت تمہیں اس کے لئے مطیع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس اطاعت کے طور پر تم اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں تمام فرشتے آدم کے آگے سجدہ میں گر گئے، لیکن ابلیس جو اگرچہ جنّات میں سے تھا، مگر

اپنی عبادت گزاری' زہد اور علم کی وجہ سے فرشتوں میں شامل تھا' اس نے استکبار اور گھمنڈ کیا اور سجدے سے انکار کر دیا۔ تو اصل میں یہ وہ تصوّر ہے جو بنیادی طور پر اسلام نے دیا ہے کہ آدم اور آدمی کا مقام اس دنیا میں حاکم کا نہیں' بلکہ خلیفہ کا ہے۔

(۲) سورۃ الحدید میں خلافت کا ذکر بایں طور ہوا ہے:

اٰمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَاَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ

"ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ؐ پر ------ اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں) ان سب چیزوں میں سے جن میں اس نے تمہیں خلافت عطا فرمائی"۔

یعنی دنیا میں تمہیں جو بھی مال و اسباب عطا کیا گیا ہے اور تمہارے اندر جو بھی قوتیں اور صلاحیتیں رکھی گئی ہیں' تم ان سب کے مالک نہیں بنائے گئے ہو' بلکہ خلافت اور امانت کے طور پر تم ان کے ذمہ دار ہو' اور خلیفہ کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے اصل حاکم کی مرضی کے مطابق اپنے اختیارات کو استعمال کرے۔

(۳) سورۃ الحدید کی یہ آیت خلافت کے ضمن میں انفرادی طرزِ عمل کے لئے بہترین تعبیر ہے کہ افراد کا جو طرزِ عمل اللہ اور دین اسلام کو مطلوب ہے وہ یہ ہے۔ لیکن معاشرت' معیشت' سیاست اور قانون و انصاف کے تقاضوں پر محیط ایک اجتماعی نظام کی تشکیل کے لئے تو ایک اجتماعیت وجود میں آنی چاہئے۔ چنانچہ سورۂ فاطر میں جمع کے صیغے میں بات کی جا رہی ہے:

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ

"وہی ہے (اللہ) جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے"۔

یہاں "خلیفہ" کی بجائے "خلائف" کا لفظ استعمال کیا گیا' یعنی تم میں سے کوئی ایک فرد خلیفہ نہیں ہے' بلکہ تم سب کے سب خلیفہ ہو' پوری نوع انسانی بحیثیت مجموعی اللہ کی خلیفہ ہے۔

فَمَنْ کَفَرَ فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ

"تو جو کوئی اب کفر کرے گا' تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہو گا"۔

اور کفر سے مراد وہی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کے احکام کے خلاف کوئی فیصلہ کرنا کفر ہے۔

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا

"اور جان لیں کافر کہ ان کا کُفران کے ربّ کے نزدیک سوائے ناراضگی کے کسی اور چیز کا ذریعہ نہیں بنے گا"۔

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا

"اور ان کافروں کا کُفران کے لئے صرف خسارے ہی میں اضافہ کرے گا"۔

اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اگر دنیا میں انسان خلیفہ کے بجائے حاکم بن کر بیٹھ جائے تو یہ کُفر آخرت میں اس کے لئے خسارے کا موجب ہوگا اور دنیا میں بھی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ اور سبب بنے گا۔ اور دنیا میں اللہ کی ناراضگی اس کے عذاب کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہی تو تھی کہ جس کے تحت قومِ ہود، قومِ لوط، قومِ شعیب اور قومِ نوح جیسی قومیں ہلاک اور برباد کر دی گئیں۔

(۴) سورۂ صٓ میں حضرت داوٗد علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا گیا:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

"اے داوٗد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ پس تم لوگوں کے مابین حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرو، اور اپنی خواہشِ نفس کی پیروی مت کرنا، کیونکہ یہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی!"

اس مقام پر خلیفہ کا لفظ ایک فرد کے لئے آیا ہے، یعنی حضرت داوٗد علیہ السلام کے لئے جو اللہ کے نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔

(۵) سورۃ النور میں پھر خلافت کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں ان اہل ایمان سے جو عملِ صالح کی روش بھی اختیار کریں گے زمین میں خلافت کا وعدہ فرمایا گیا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

"وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ وہ انہیں لازماً زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جیسا کہ خلافت

عطا کی تھی ان کو جو ان سے پہلے تھے"۔

یہاں "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے وہ اہلِ ایمان مراد ہیں جو حقیقی مومن ہوں' جن کا ایمان "اقرارٌ باللسان" تک محدود نہ ہو بلکہ "تصدیقٌ بالقلب" کی شان کا حامل ہو اور جب ایمان قلب کی گہرائیوں میں اتر جائے تو کیسے ممکن ہے کہ عمل درست نہ ہو۔ چنانچہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر وہ یہ دو شرائط یعنی ایمانِ حقیقی اور عملِ صالح پوری کر دیں تو وہ انہیں لازماً خلافت عطا فرما دے گا۔ یہاں اجتماعی خلافت کی بات ہو رہی ہے کہ جیسے پہلوں کو زمین میں غلبہ و اقتدار اور حکومت و خلافت عطا کی گئی' ویسے ہی ان سب کو بھی عطا کی جائے گی۔

دعائے ماثور میں "خلیفہ" کا مفہوم

لفظِ خلافت کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ادعیۂ ماثورہ میں سے ایک دعا کے الفاظ پر غور کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانگی کے وقت مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَفِیْقِی فِی سَفَرِی وَخَلِیْفَتِی فِی اَھْلِی وَمَالِی

"اے اللہ! میرے اس سفر میں تو میرا رفیق ہوگا اور میرے اہل و عیال اور مال و اسباب میں میرے بعد تو میرا خلیفہ ہوگا!"

یعنی میرے گھر بار اور اہل و عیال کی نگہداشت' حفاظت اور ربوبیت کا اہتمام پہلے بھی تیری ہی طرف سے تھا' مگر جب تک میں ان کے درمیان موجود تھا تو ان ذمہ داریوں کا بوجھ کسی درجے میں میرے ذمے تھا ___ لیکن اب جبکہ میں خود موجود نہیں ہوں گا تو اب میرے اہل و عیال اور مال و اسباب کی حفاظت و نگہداشت کلیتہً تیرے ذمہ ہوگی۔ یہ دعا اس اعتبار سے بڑی پیاری ہے کہ اس میں خلافت کا لفظ جس سیاق و سباق میں آیا ہے اس سے اللہ اور بندے کے مابین دو طرفہ تعلقات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

انسانی تمدن کا ارتقاء اور خلافت کی مختلف صورتیں

قرآن حکیم کے محکمات سے یہ بات واضح ہونے کے بعد کہ انسان کے لئے زمین میں

حاکمیت نہیں بلکہ خلافت ہے، اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ انسانی تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ خلافت کی عملاً کیا کیا صورتیں اب تک رائج رہی ہیں، اور عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اب اس کی عملی صورت کیا ہوگی۔

(۱) انسانی تمدن کی ابتدائی شکل قبائلی نظام کی تھی، جس میں ہر قبیلے کا ایک شیخ یا سردار ہوتا تھا اور سب اس کا حکم مانتے تھے۔ اب اگر شیخِ قبیلہ خود اللہ کے حکم کا پابند ہو اور اللہ ہی کا حکم نافذ کر رہا ہو تو وہ گویا کہ ذاتی حیثیت میں خلیفہ ہوگیا۔ اس کے بعد ذرا آگے بڑھ کر قبائل نے مل جل کر حکومتیں قائم کیں اور دنیا میں بادشاہت کا نظام قائم ہوگیا۔ اس دور کے اعتبار سے خلافت کا نظام یہی ممکن ہو سکتا تھا کہ اگر بادشاہ خود اللہ کے احکام کا پابند ہے اور انہیں اپنے زیرِ حکومت علاقے میں نافذ بھی کر رہا ہے تو وہ دنیوی فکر کے اعتبار سے اگرچہ بادشاہ ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے خلیفہ ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کی نوعیت یہی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب انسان کا عمرانی شعور یا اجتماعی شعور اس درجے کو نہیں پہنچا تھا کہ ہر انسان کے اندر اپنے حقوق کا احساس اور شعور پیدا ہو جاتا۔

(۲) اس کے بعد انسانی تمدن نے مزید ارتقائی مراحل طے کئے، اور جب انسان کا اجتماعی شعور اپنی پختگی اور بلوغ کو پہنچا تو انسانی خلافت نے جو صورت اختیار کی، وہ ہمیں دورِ خلافتِ راشدہ میں اپنے نقطہ کمال پر نظر آتی ہے۔ خلافتِ راشدہ کا دور دورِ نبویؐ کے متصلاً بعد کا دور ہے۔ اس دور میں ہمیں ایک چیز جو عوامی نوعیت کی ملتی ہے، وہ یہ ہے کہ خلافت کا انعقاد لوگوں کی رائے اور مشورے کے بعد ہوا۔ صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا تو حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خود اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں حضرت عمرؓ کے لئے استصواب کر لیا اور صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر لیا اور اس کے نتیجے میں حضرت عمرؓ کی خلافت منعقد ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے عشرہ مبشرہ میں سے جتنے اصحاب باقی رہ گئے تھے، ان کی ایک کمیٹی بنا دی کہ یہ آپس میں طے کر لیں اور اپنے میں سے کسی کو خلیفہ چن لیں۔ اس طرح یہاں کسی بھی خلیفۂ راشد کے معاملے میں نہ کوئی جبر ہوا، نہ خاندان کی بنیاد پر کوئی معاملہ ہوا، اور نہ ہی کوئی موروثی خلافت قائم ہوئی۔ خلافت کا یہ تصور جدید تصورات کے عین مطابق ہے۔

"خلافتِ راشدہ" کی امتیازی حیثیت

البتہ خلافتِ راشدہ کا درجہ بعد میں قائم ہونے والی خلافتوں سے، یا اس خلافت سے جو اب قائم ہو سکتی ہے، اپنی نوعیت و حیثیت کے اعتبار سے بنیادی طور پر مختلف اور ممتاز ہے جسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ خلافتِ راشدہ دراصل خلافت المسلمین نہیں، بلکہ خلافت الرسول ؐ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ سے کہا گیا "یا خلیفۃَ المسلمین" تو آپؓ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ "انا خلیفۃُ رَسولِ اللہ" کہ میں تو اللہ کے رسول ؐ کا خلیفہ ہوں۔ اسی لئے جب حج کے موقع پر آنحضور ؐ کے روضہ پر جاتے ہیں تو آج بھی کہتے ہیں: السلام علیک یا رسول اللہ! پھر السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ! اور پھر السلام علیک یا خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ! کہا جاتا ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ اللہ کے رسول ؐ کے خلیفہ کے خلیفہ ہیں۔ اسی کو ہم کہتے ہیں "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" یعنی نبوّت کے راستے پر خلافت۔ یوں سمجھئے کہ جو مشن "هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" کے الفاظ میں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض کیا گیا تھا اس کا پہلا مرحلہ تو آپ ؐ کے دستِ مبارک سے خود آپ ؐ کی زندگی میں تکمیل پا گیا۔ یعنی جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اللہ کی حاکمیت بتمام و کمال قائم ہو گئی۔ لیکن اس کا دوسرا مرحلہ یعنی پورے کرۂ ارضی پر اللہ کی حاکمیت کا قیام ابھی باقی تھا۔ اور یہ خلافت گویا کہ اس مشن کی تکمیل کے لئے وجود میں آئی تھی، جس کے چلانے والے وہ لوگ تھے جو آنحضور ؐ کے سب سے زیادہ قریبی، سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور سب سے زیادہ معتمد علیہ تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رخصت فرمانے کے بعد انصارِ مدینہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے، جہاں خلافت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ اس کی اطلاع ملنے پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں وہاں پہنچے۔ وہاں حضرت ابوبکرؓ نے ایک حدیث بیان کی جو فیصلہ کن حیثیت اختیار کر گئی۔ آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "الائمۃ من قریش" یعنی امامت قریش کے لئے ہے۔ اس فرمانِ نبوی ؐ کو سن کر انصار خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ یہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا اعجاز ہے کہ خلافت و حکومت جیسے حساس مسئلے پر، جسے انصار اپنا حق سمجھتے تھے کہ اسلام کو ہماری مدد اور نصرت سے غلبہ حاصل ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول پیش کئے جانے کے بعد کسی کو لب کشائی کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے کسی ایک شخص نے بھی یہ نہیں پوچھا کہ آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ واقعی حضورؐ نے یوں فرمایا ہے۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شخصیت کو ہر قسم کے شک و شبہ سے مبرّا سمجھ کر اس قولِ فیصل کو بطیبِ خاطر قبول کر لیا گیا۔ اب اگلا مرحلہ خلیفہ کے انتخاب کا تھا۔ اس کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کا نام یہ کہہ کر تجویز کر دیا کہ یہ عمر ہمارے درمیان موجود ہیں، حضورؐ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ ان سے راضی تھے، لہٰذا سب ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں! حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے حق میں جو استدلال کیا اس میں اہم ترین بات یہ تھی کہ حضورؐ ان سے راضی تھے۔ وہاں یہ دلیل نہیں تھی کہ کس کو زیادہ ووٹ مل رہے ہیں۔ وہاں سارے عالم اسلام میں سے ووٹ نہیں مانگے گئے۔ بس حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کا نام اس دلیل کے ساتھ تجویز کیا کہ حضورؐ ان سے راضی تھے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے انتہائی حاضر دماغی اور معاملہ فہمی سے کام لیتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ کھینچ کر کہا کہ میں آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ یہ بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا اور اس کے بعد لوگ آپؓ کی بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے کیونکہ لوگوں کے قلوب و اذہان میں پہلے ہی سے حضرت ابوبکرؓ کے مقام کے بارے میں کوئی اشتباہ نہیں تھا۔

بہرحال میں اس وقت جو بات بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کو بعد کی خلافتوں پر قیاس نہ کیجئے۔ یہ اپنی جگہ پر ایک مخصوص نوعیت کی خلافت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کا دین میں نہایت اہم مقام ہے اور یہ حجّت ہے۔ اہلِ سنّت کے نزدیک خلافتِ راشدہ کے فیصلے واجب الاطاعت (Binding) ہیں۔ اور اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا تھا:

"عَلَیکُم بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ المَهدِیِّینَ، عَضُّوا عَلَیهَا بِالنَّوَاجِذِ"

کہ مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت کا اتباع کرو اور اس کو تم اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو! یہ حکمِ رسولؐ صرف خلافت راشدہ کے لئے ہے' بعد کی کسی بھی حکومت کے لئے ایسا نہیں ہے۔ بعد کے معاملات کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ نظائر (Precedents) ہیں' لیکن حجت کی حیثیت صرف خلافتِ راشدہ کو حاصل ہے۔ اس کا مقام و مرتبہ خصوصی حیثیت کا حامل ہے۔ یہ ان لوگوں کی خلافت ہے جو آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس کے بعد جو خلافتیں بھی آئیں' چاہے وہ بنوامیہ اور بنوعباس کی خلافتیں تھیں' چاہے عثمانی ترکوں کی' یہ خلافتیں دراصل شخصی خلافتیں تھیں۔ کہلانے کو تو اگرچہ یہ سب امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین تھے' لیکن درحقیقت یہ سب خلافتیں قبائلی بنیادوں پر قائم تھیں۔ بنوامیہ ایک قبیلے کی بناء پر حکمران تھے۔ وہ اس معنی میں خلیفہ ضرور تھے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر خود بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے پابند تھے اور ان احکام کا نفاذ بھی کرتے تھے' لیکن نہ تو وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تھی اور نہ ہی خلافت المسلمین بایں معنی کہ مسلمانوں نے اپنی رائے سے اس کا انتخاب کیا ہو۔ یہی صورت خلافتِ بنوعباس اور خلافتِ عثمانیہ کی تھی۔

صالح حکمرانوں کی حضرت داوٗدؑ کے ساتھ مشابہت

خلافت کی یہ شکل اگر کچھ مشابہ ہو سکتی ہے تو حضرت داوٗد علیہ السلام کی خلافت کے مشابہ ہو سکتی ہے۔ اگرچہ ان کے مابین یہ بنیادی فرق موجود ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نبی تھے اور یہ سب غیرنبی تھے' لیکن بہرحال مشابہت کا یہ پہلو موجود ہے کہ جیسے وہ خود اللہ کے احکام کے پابند رہ کر ان کی تنفیذ کر رہے تھے' اسی طرح یہ بھی اللہ کے حکم کے پابند تھے اور اس کے احکام کی تنفیذ بھی کرتے تھے۔ ان میں بھی بہت نیک اور اچھے اچھے لوگ تھے۔ ہمارے ہاں ایک خاص طرزِ فکر کے ایک خاص انداز کے پروپیگنڈے کے زیرِ اثر بنوامیہ کا نام گالی بن گیا ہے' حالانکہ ان میں سے ایسے ایسے لوگ بھی خلافت پر فائز تھے کہ جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر وہ سیاسی طور پر حکمران نہ ہوتے تو ان کا نام اونچے درجے کے محدثین میں شامل ہوتا۔ اس پورے دور میں بہترین شخصیت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تھی' جن کے دور کو خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی حضرت داؤدؑ کی طرح شخصی خلافت تھی مگر انہوں نے پیشرو خلیفہ کی وصیت کے بموجب اختیار اور حکومت اپنے ہاتھ میں نہیں لیا تھا' بلکہ اسے مسلمانوں پر چھوڑ دیا تھا کہ اگر تمہاری رائے بھی میرے حق میں ہو تو میں خلیفہ بننا قبول کروں گا' ورنہ نہیں۔ گویا اس میں بھی خلافتِ راشدہ کا ایک عنصر شامل ہو گیا کہ یہ موروثی بادشاہت نہیں تھی' بلکہ آپؒ مسلمانوں کے مشورے سے خلیفہ بنے تھے۔ یا جیسے صلاح الدین ایوبی کہنے کو تو سلطان تھے' لیکن ان کا کردار انبیاء کرام اور صحابہ کرامؓ کے کردار سے مشابہ تھا۔ ہمارے ہندوستان میں بھی ناصر الدین محمود اور اورنگزیب عالمگیر جیسے بادشاہ گزرے ہیں' جو کہلاتے تو بادشاہ تھے' لیکن اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر یا قرآن کی کتابت کے ذریعے اپنا ذاتی خرچ چلاتے تھے۔ بہرحال اس طرح کی شخصیات کی مشابہت ان انبیاء سے ہے جو بادشاہ بھی تھے اور جن میں نمایاں ترین حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ یہ تمام حضرات اپنی ذاتی حیثیت میں تو خلیفہ کہلائیں گے لیکن ان کی خلافت کو مسلمانوں کی خلافت نہیں کہا جا سکتا۔

دورِ جدید کی اسلامی حکومت

اب دنیا میں جہاں کہیں اور جب کبھی کوئی اسلامی حکومت قائم ہوگی' جس میں عہد جدید کے تقاضوں کو بھی سمویا جائے گا تو اسے "خلافت المسلمین" یا "خلافۃ عامۃ المسلمین" کہا جائے گا' اس لئے کہ مسلمان سب کے سب خلیفہ ہیں۔ جس طرح جمہوریت کے نقطہ نظر سے سارے عوام حاکم ہیں' لیکن وہ اپنے ووٹ کے ذریعے اپنی حاکمیت کسی ایک شخص یا پارلیمنٹ کو تفویض کرتے ہیں' اسی طرح کسی ایک اسلامی ملک کے تمام مسلمان اللہ کی جانب سے خلافت کے حامل ہیں اور وہ اپنی رائے' ووٹ یا مشورے سے اپنی خلافت کا حق کسی ایک شخص یا ادارے کو تفویض کریں گے۔ انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہیں تو پارلیمانی نظام کا انتخاب کرلیں اور چاہیں تو صدارتی نظام کا۔ مقدم الذکر صورت میں وہ ایک مجلس ملی یا مجلس شوریٰ کو منتخب کر کے اپنی خلافت کا حق اسے تفویض کر دیں گے۔ اب اس مجلس کے ارکان قانون سازی کریں گے' لیکن

حاکم کی حیثیت سے نہیں' بلکہ خلیفہ کی حیثیت سے۔ اور اس حیثیت میں وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے خلافت کے اختیار کو صرف وہیں استعمال کر سکیں گے جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کا کوئی واضح حکم نہیں۔ تو یہ پارلیمانی طرز کی خلافت ہوگی۔ مؤخر الذکر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ملک کے تمام مسلمان اپنی رائے سے براہِ راست کسی ایک فرد کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ اور صرف اس کی مدد یا قانون سازی کے لئے مجلس شوریٰ یا مجلس ملی کا انتخاب بھی کیا جائے۔ دونوں صورتوں میں منتخب خلیفہ "خلیفۃ المسلمین" ہوگا۔ پاکستان میں نظامِ خلافت قائم ہونے کے بعد ایسے شخص کو جسے اب صدر پاکستان یا وزیر اعظم پاکستان کہا جاتا ہے **"خلیفۃ مُسلِمِی پاکستان"** یا "خلیفۂ مسلمانانِ پاکستان" کہا جائے گا۔ صدارتی طرز کے نظامِ خلافت کی صورت میں خلیفہ کے لئے لازم نہیں ہوگا کہ اسے ہر وقت مجلسِ شوریٰ یا مجلسِ ملّی کے ارکان کی اکثریت حاصل رہے۔ اسے چونکہ یہاں کے مسلمانوں نے براہِ راست منتخب کیا ہے لہٰذا وہ اپنی مقررہ مدّتِ خلافت پوری کرے گا۔ یہ ہوگی خلافتُ عامۃِ المسلمین۔ یہ حاکمیتِ عوام (Popular Sovereignty) کے بجائے خلافتِ عامہ (Popular Viceg-erency) کا تصوّر ہے اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ چنانچہ ہم نے سوچا کہ ہم کیوں نہ وہ لفظ ہی ترک کر دیں جس کے ساتھ غیر اللہ کی حاکمیت کا تصوّر وابستہ ہے' جو اپنا زہر گھول دیتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کی بحث شروع ہو جاتی ہے کہ ایک طرف اللہ کی حاکمیت (Divine Sovereignty) اور دوسری طرف عوام کی حاکمیت (Popular Sovereignty) ہے۔ ان دونوں کو کیسے Adjust کیا جائے' ان میں پیوند کاری اور میل ہو تو کیسے ہو؟ ہمیں اس پوری بحث کو لفظ "خلافت" استعمال کر کے ختم کر دینا چاہئے۔ لہٰذا پاکستان میں اب ہمیں احیائے خلافت کے لئے جدوجہد کرنی ہوگی۔ لیکن خلافت سے ہماری مراد نہ وہ خلافتِ عثمانیہ ہے کہ جس کو ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے منسوخ کیا تھا' نہ خلافتِ بنی عباس اور نہ ہی خلافتِ بنی اُمیہ ہے۔ بلکہ میں واضح کر دوں کہ اس سے ہمارا مقصود خلافتِ راشدہ بھی نہیں ہے' کیونکہ خلافتِ راشدہ تو نبوّت کا تتمہ تھی' جو اب وجود میں نہیں آ سکتی۔ خلفائے راشدین تو وہ تھے جن کی تربیت خود حضورؐ نے فرمائی تھی۔ اس خلافت کو دین میں حجت کی حیثیت حاصل ہے' اور وہ حیثیت

اب دنیا میں کسی خلافت کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ موجودہ حالات میں ہم صرف "خلافتُ المسلمین" قائم کر سکتے ہیں۔

صدارتی یا پارلیمانی طرزِ خلافت؟

ہمارے سامنے سیاسی نظام کے حوالے سے دو طریقے موجود ہیں' ایک پارلیمانی اور دوسرا صدارتی۔ دنیا میں یہ دونوں طریقے رائج ہیں' لیکن اس وقت ہمارا موجودہ نظام نہ صدارتی ہے نہ پارلیمانی۔ اخبار میں خبر آئی ہے کہ اس سلسلے میں کوئی ترمیم آ رہی ہے' میرے نزدیک یہ بہت درست ہوگا اگر اس کے ذریعے وہ دستوری ترمیم ختم کر دی جائے' جس نے ملک کے نظام کا حلیہ بگاڑ کر نہ اسے پارلیمانی رہنے دیا اور نہ ہی صدارتی۔ ایک شخص صدر بن کر بیٹھا ہوا ہے' اختیارِ مطلق اس کے ہاتھ میں ہے' وہ جب چاہے حکومت کو برخواست کر دے' اسمبلیاں توڑ کر ممبران کو وزیر اعظم سمیت گھروں کو بھجوا دے' لیکن اس کی اپنی ذمہ داری کوئی نہیں ہے! سارا انتظام و انصرام اور مسائل و مشکلات کا حل تو وزیر اعظم کرے' جبکہ کامل اختیار کا مالک صدر ہو۔ یہ بڑی بے تکی سی بات لگتی ہے۔ یہ ایک خاص دور کی مصلحتیں تھیں جو اب ختم ہو جانی چاہئیں۔ اور ہمیں دونوں میں سے کوئی ایک نظام اختیار کرنا چاہئے۔ انہیں نظامِ خلافت سے ہم آہنگ کر کے پارلیمانی طرزِ خلافت یا صدارتی طرزِ خلافت کا نام دیا جائے گا۔ ہمارے لئے یہ دونوں راستے کھلے ہیں۔ میں پورے انشراحِ صدر اور اعتماد کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ اسلام کی رُو سے نہ پارلیمانی خلافت لازمی ہے' نہ صدارتی خلافت لازمی ہے اور نہ ہی ان دونوں میں سے کوئی طرزِ خلافت ممنوع ہے' بلکہ یہ دونوں مباح کے درجے میں ہیں۔ البتہ بطور واقعہ یہ ماننا پڑے گا کہ خلافتِ راشدہ کے نظام کی تعبیر جب ہم آج کل کے تصورات کی روشنی میں کریں گے تو وہ پارلیمانی نہیں بلکہ صدارتی نظام سے قریب تر' اور وفاقی نہیں بلکہ وحدانی طرزِ حکومت کا حامل تھا۔ بہرحال اس میں سے کوئی چیز ہم پر نہ تو فرض کے درجے میں ہے اور نہ ہی ممنوع ہے۔ البتہ ہمارے ملک میں اصولِ موضوعہ کے طور پر جو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہاں تو صرف وفاقی اور پارلیمانی نظام ہی چل سکتا ہے' میرا خیال ہے کہ اس پر غور و فکر ہونا چاہئے۔ پہلے قدم کے طور پر اس ترمیم کو' جس نے

ہمارے ملک کے نظام کو نہ صدارتی رہنے دیا ہے اور نہ پارلیمانی' ختم کرنا چاہئے' تاکہ کوئی ایک نظام تو چل سکے اور اس میں کچھ نہ کچھ بہتری پیدا ہو جائے۔ جس شخص پر ذمہ داری کا بوجھ ہے اس کے پاس کچھ اختیار بھی ہو' اسے یہ احساس بھی ہو اور اعتماد بھی کہ میرے پاس کچھ اختیار ہے' میں کچھ کر سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار کو دیکھتا رہے کہ کوئی شخص جب چاہے گا مجھے برطرف کر دے گا۔ اور پھر اس پر بھی گفتگو ہونی چاہئے کہ دونوں میں سے کون سا نظام ہم سے قریب تر اور ہمارے ملکی حالات کے اعتبار سے مناسب تر ہے۔ اس پر ہمارے ہاں کبھی کوئی بحث نہیں ہوئی' اس لئے کہ انگریز ہمیں ایک نظام دے گیا تھا' اور ہم چونکہ اس کے غلام رہے تھے' اس لئے وہ نظام ہمارے لئے قابلِ تقلید ٹھہرا۔ جیسے انگریز بہادر ہمارے ملک کے صوبے بنا گیا تو انہیں اس درجہ تقدّس حاصل ہو گیا کہ صوبوں کی حدود کو چھیڑنا گویا کتاب اللہ میں تحریف کے مترادف ہے۔ یہ ساری باتیں ہمارے ہاں اس وجہ سے برقرار ہیں کہ یہ انگریز کی وراثت ہیں۔ اب ہم ایک آزاد قوم کی حیثیت سے قمری حساب سے ۴۵ برس مکمل کر چکے ہیں۔ اب تو ہمیں اپنی اس ذہنیت کو بدل لینا چاہئے اور اس طرح کے معاملات پر غور و فکر کرنا چاہئے۔ میں مروّجہ نظامِ اراضی کے بارے میں بھی کہا کرتا ہوں کہ جاگیرداری و زمینداری کا جو نظام انگریز چھوڑ گیا' ہم نے اسے مقدّس سمجھ کر سینے سے لگا رکھا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے ملک کی بہبود' عوام کی مصلحتیں اور پھر اسلام کے احکام کیا ہیں؟ اسلام نے زمینوں کی کونسی اقسام معیّن کی ہیں؟ عُشری زمین کیا ہے؟ خراجی زمین کیا ہے؟ پھر ہماری زمینیں خراجی ہیں یا عُشری؟ اور یہ کہ مزارعت حرام ہے یا حلال؟ ہماری ساری گفتگو اس حوالے سے ہونی چاہئے۔ اسی طریقے سے پارلیمانی اور صدارتی خلافت کے مابین بھی ہمیں گفتگو کرنی چاہئے کہ اس ملک کے حالات عوام کی بہبود اور مصالح اور ہمارے دین کے تقاضوں کے اعتبار سے کون سا نظام بہتر ہے! اب ہمیں انگریز کی اس وراثت سے دستبردار ہو جانا چاہئے۔

خلاصۂ کلام

آخر میں میں پھر یہ بات نہایت پرزور انداز میں کہہ رہا ہوں کہ اب ہمیں اپنے سیاسی

نظام کے لئے جمہوریت کی بجائے خلافت کی اصطلاح کو استعمال کرنا چاہئے' اپنے تمام وسائل و ذرائع بروئے کار لا کر اسے عام کرنا چاہئے' پھیلانا چاہئے اور اس کا پرچار کرنا چاہئے۔ اور یہ اسی اصول کے عین مطابق ہے کہ چاہے ابتدائے ابلاغ عامہ کے لئے جدید اصطلاحات استعمال کر لی جائیں' لیکن بالآخر ہمیں اپنی اصل اصطلاحات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جمہوریت کا لفظ نہ قرآن و حدیث میں ہے' نہ اس کا ہماری تاریخ کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ خلافت کا لفظ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر آیا ہے' جن کا میں نے حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ لفظ احادیث میں بھی کثرت سے وارد ہوا ہے۔ خلافتِ راشدہ جو ہماری تاریخ کا عہدِ زریں ہے' اسی لفظِ خلافت سے معنون ہے۔ بعد میں ہماری تاریخ میں اگرچہ خلافت کا تصور بدل گیا مگر یہ اصطلاح قائم رہی۔ آج نہ تو خلافتِ راشدہ کا دوبارہ قیام ممکن ہے کہ وہ دورِ عہدِ نبوت سے متصل دور تھا' اور نہ ہی ہمیں اب اموی' عباسی یا عثمانی دور کی خلافت درکار ہے' جو شخصی اور خاندانی خلافتیں تھیں۔ آج ہمیں جمہوریت' جس کے اندر حاکمیتِ عامہ کا تصور ہے' کے مقابلے میں "خلافتِ عامہ" کا تصور عام کرنا چاہئے' یعنی پاکستان کے مسلمان خلافت کے اہل ہیں' وہ اپنے حقِ رائے دہی کو استعمال کرتے ہوئے اپنا حقِ خلافت چاہے کسی پارلیمنٹ کو تفویض کر دیں اور چاہے کسی صدر کو ـــــ یہ اختیار ان کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن بہرحال ہمیں جمہوریت کی اصطلاح کو ترک کر کے قرآن و حدیث سے منقول اور اسلامی تاریخ سے مطابقت رکھنے والی اصطلاحِ خلافت استعمال کرنی چاہئے' تاکہ جمہوریت میں حاکمیتِ عوام کا جو تصور ہے' اس کا خاتمہ ہو سکے اور اللہ کی حاکمیت کا تصور قلوب و اذہان میں جگہ پکڑ سکے۔ ○○

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات

زیرِ طبع کتاب کبائر کے باب اول کی فصلِ رابع (۲)

مؤلف : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

ز : معاشرے پر گناہوں کے اثرات

تاریخ انسانیت پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام اُمم سابقہ کی تباہی و بربادی کفر و شرک کے علاوہ مختلف گناہ اور جرائم میں ملوّث ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ قرآن حکیم کا ایک بڑا حصّہ ان قوموں کے مفصّل تذکرے، اُن کی مجرمانہ زندگی اور ان کے انجام پر مشتمل ہے۔ قوم نوح غرق ہوئی[1] قوم عاد شدید طوفانی آندھی سے ہلاک ہوئی[2] قوم ثمود شدید کڑک کے ذریعے ہلاک ہوئی[3] حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستی کو اُٹھا کر اُلٹ دیا گیا[4] فرعون اور قومِ فرعون کو غرق کر دیا گیا[5]۔ اس کے علاوہ سورت العنکبوت، آیات ۱۴ تا ۴۰ میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی قوموں کا تفصیلی تذکرہ اور اُن کے جرائم کی فہرست ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ
وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا

---

[1] سورت نوح، آیت ۲۶ - ۲۷۔
[2] سورت الحاقہ، آیت ۶ - ۷۔
[3] سورت القمر، آیت ۳۱۔
[4] سورت ہود، آیت ۸۲۔
[5] سورت القصص، آیت ۴۰۔

بِهِ الْأَرْضَ ۚ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ[1]

"آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا، اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور کسی کو غرق کر دیا۔ اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اُوپر ظلم کر رہے تھے۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون صرف دورِ ماضی کی قوموں کے لیے ہی نہ تھا، بلکہ اس کی سُنّت اور طریقہ یہ ہے کہ جو قوم صالح عنصر سے یکدم فارغ ہو جائے اور اس کے اکثر لوگ غلط کاریوں میں ملوّث ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسی ناقص اور غلیظ قوم کو دھر پکڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ[2]

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کرلے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔"

مذکورہ بالا مکمل اور خوفناک تباہی سے پہلے متعدد شکلوں میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ظہور ہوتا ہے کہ شاید معاشرے کا ذہین طبقہ اِن اشاراتِ خداوندی کو سمجھ کر اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی طرف مائل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ظہور بالعموم مندرجہ ذیل شکلوں میں ہوتا ہے:

۱۔ **نعمتِ ایمان سے محرومی:** گناہوں کے دِل پر اثرات کے ضمن میں یہ بحث پوری تفصیل اور دلیل سے گزر چکی ہے۔

۲۔ **مال اور رزق سے محرومی:** اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو متعدد اور قسم ہا قسم کی نعمتوں سے فیضیاب فرماتا رہتا ہے۔ لیکن جب بندے بالکل ہی ناشکری پر اُتر آئیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ مسلمان معاشروں میں یہ کیفیت روزِ روشن کی طرح دیکھی جا سکتی ہے، بشرطیکہ آنکھوں

---

[1] سورت العنکبوت، آیت ۴۰۔ [2] سورت الرعد، آیت ۱۱۔

میں دیکھنے کی صلاحیت ہو اور دل بالکل سیاہ ہو کر مرنہ چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنّت کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ[1]○

"اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی، اور ہر طرف سے بفراغت رزق پہنچ رہا تھا۔ کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی۔ تب اللہ نے اس کے باشندوں کو اُن کے کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں اُن پر چھا گئیں۔"

اِن نعمتوں سے محرومی کی ایک شکل تو وہ ہے جو مذکورہ بالا آیت میں بیان ہوئی ہے۔ ایک دوسری شکل یہ بھی ہے کہ نعمتوں کو ختم کرنے کی بجائے انسانوں کو ہی اُٹھا لیا جائے اور نعمتیں اپنے حال پر برقرار رہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کے ساتھ کیا، اور اُن کے حسرت ناک انجام کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ○ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ○ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ[2]○

"کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے، جو وہ چھوڑ گئے۔ کتنے ہی عیش کے سروسامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے اُن کے پیچھے دھرے رہ گئے۔ یہ ہوا اُن کا انجام، اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔"

---

[1] سورت النحل، آیت ۱۱۲

[2] سورت الدخان، آیت ۲۵-۲۸

۳۔ **امن وسکون سے محرومی:** کسی بھی معاشرے میں سب سے بڑی نعمت امن وسکون ہے۔ اگر ہر فرد جان، مال، عزت اور دین کے معاملے میں محفوظ و مامون ہو تو اس سے زیادہ خوش بخت و خوش نصیب اور کوئی معاشرہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ مقام ایمان پر استقامت اور برائیوں سے بچے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ[1] ۝

"جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا، درحقیقت امن انہی کے لیے ہے اور وہی راہِ راست پر ہیں۔"

البتہ گناہوں اور جرائم کی وجہ سے یہ امن وسکون نہ صرف برباد ہوجائے گا بلکہ ہر وقت خوف، پریشانی اور مشکلات کے بادل اس علاقے پر چھائے رہیں گے۔ اور ہر فرد کا دل اندر سے ڈرا ڈرا اور سہما سہما سا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کا انجام ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم کہتا ہے:

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ[2] ۝

"تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔"

اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد احادیث میں بایں الفاظ نقل ہوا ہے:

یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ خِصَالٌ خَمْسٌ اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِهِنَّ، وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِکُوْهُنَّ، لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰی یُعْلِنُوْا بِهَا، اِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ

---

[1] سورت الانعام، آیت ۸۲

[2] سورت النحل، آیت ۱۱۲

الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤُنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذَ بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيْهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ، إِلَّا جَعَلَ اللهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ[1]

"اے جماعتِ مہاجرین! پانچ عادتیں ایسی ہیں اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ایسی عادتوں کا شکار ہو جاؤ (لیکن جب یہ عادتیں ظاہر ہوں گی تو اِن کے نتائج بھی ساتھ ساتھ چلے آئیں گے۔)

۱۔ جب کسی قوم میں زناکاری عام اور علی الاعلان ہو جائے تو اس قوم میں طاعون اور ایسی ایسی تکلیفوں والی بیماری پھیل جائے گی، جو زمانہ سابقہ کے لوگوں میں نہ ہوگی۔

۲۔ جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی اسے قحط سالی، مشکل زندگی اور حکام کے ظلم سے واسطہ پڑے گا۔

۳۔ جس قوم نے اپنے مال کی زکوٰۃ روک لی، آسمان سے اُن کے لیے بارش کا سلسلہ روک لیا جائے گا۔ اگر جانور نہ ہوں تو قطعاً بارش نہ ہو۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث ۴۰۱۹۔ المستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم باب ذکر خمس بلایا۔ اعاذ النبی منہا المسلمین۔ ۴/۵۴۰۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ محدث العصر فضیلۃ الشیخ الالبانی نے اس حکم کی تائید کی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر حدیث ۷۹۷۸

۴۔ اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیا اللہ اُن پر بیگانے دشمن مسلط کر دے گا، اور ان دشمنوں کے ہاتھ جو لگا وہ لے اُڑیں گے۔

۵۔ جس قوم کے لیڈر کتاب اللہ کو نافذ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان باہم خانہ جنگی پیدا کر دے گا"

۴۔ صحت و عافیت سے محرومی ؛ صحت کتنی بڑی نعمت ہے؟ یہ کسی بیمار سے پوچھیں۔ یا جب انسان خود بیمار ہو جاتا ہے تو صحت کی صحیح قدر معلوم ہوتی ہے۔ گناہوں میں ملوّث معاشرے مستقل بیماریوں، وبائی امراض اور طبّی مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔ طاعون، سرطان، ایڈز، ٹی بی، کینسر اور ایسی ہی متعدد مہلک بماریاں اللہ کے عذاب ہی کی شکلیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

إِنَّ هَذَا الْوَجَعَ أَوِ السَّقَمَ رِجْزٌ عُذِّبَ اللهُ بِهِ بَعْضَ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ وَقَدْ بَقِيَ بَعْدُ بِالْأَرْضِ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْأُخْرَى[1]

"یہ تکلیفیں اور بیماریاں درحقیقت عذاب ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کو عذاب دیا تھا۔ (عذاب الٰہی کی یہ شکل) اب بھی زمین پر باقی ہے، کبھی چلی جاتی ہے اور کبھی واپس آجاتی ہے"۔

گناہوں اور غلط کرتوتوں کی وجہ سے مہلک بیماریاں مسلط ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ "امن" کے بیان میں طویل حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ کسی معاشرے کی اجتماعی موت بھی ان گناہوں ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ قَطُّ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَمَا ظَهَرَتْ فَاحِشَةٌ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا حَبَسَ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب حدثنا ابو الیمان۔
صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ۔

اللّٰہُ عَنْہُمُ القَطْرَ[۱]

"جب بھی کسی قوم نے عہد شکنی کی تو قتل و غارت اُن کے ہاں عام ہو گیا۔ اور جب کسی قوم میں زناکاری پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر موت کو مسلّط کر دیا۔ اور جب کسی قوم نے زکوٰۃ کو روک لیا اللہ تعالیٰ نے اُن سے بارش کو روک لیا"

تو ثابت ہوا کہ جس قوم کو جسم و جان کی امان و حفاظت درکار ہو وہ گناہوں اور برائیوں سے دُور رہے اور بالخصوص زناکاری اور بے حیائی کے تو نزدیک بھی نہ پھٹکے۔ زمانہ حال کی مہذب ترین اور تعلیم یافتہ قوموں میں بھی یہ واقعات دیکھے جا سکتے ہیں کہ جب کوئی قوم یا خطۂ زمین گناہوں کی آماجگاہ بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے سیلاب، زلزلے، قحط یا باہمی خانہ جنگی کے ذریعے اسے جزوی تباہی سے دوچار کر دیا یا مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۵۔ زمینی آفات: بسا اوقات گناہوں کی پاداش میں بڑی بڑی زمینی آفات آ جاتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَتىٰ ذٰلِكَ؟ قَالَ: "إِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ"[۲]۔

---

[۱] المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، باب ما نقض قومٌ ... ۲/۱۲۶۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ السنن الکبریٰ للبیہقی۔ کتاب صلاۃ الاستسقا باب الخروج من المظالم ۳/۳۴۶۔ الشیخ الالبانی نے حدیث کو کثرتِ طرق کی وجہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج۱، ص ۱۶۹، حدیث ۱۰۷۔

[۲] سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامۃ حلول المسخ و الخسف۔ مسند امام احمد، ج ۲، ص ۱۶۳۔ استاذ الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر ۳/۲۷۳۔

"اِس امّت میں عذاب کی مختلف شکلیں ہوں گی۔کبھی لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے، کہیں شکلیں بگڑ جائیں گی، اور کہیں پتھروں کی بارش ہوگی۔ایک صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ یہ کب ہوگا ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب گانا اور آلاتِ موسیقی عام ہوجائیں گے اور شراب پی جانے لگے گی"۔

گناہ کی یہ شکلیں ایک وبا کی شکل میں جوں جوں عام ہورہی ہیں، دنیا میں امن، سکون اور چین اسی حساب سے رُخصت ہورہا ہے۔ جدید اسلحہ کی ترقی اور بالخصوص جوہری اسلحے نے زمین کی تباہی، شکلوں کے مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کی ظاہری شکلیں بھی پیدا کردی ہیں۔

يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُوْنَ!

س: عام مخلوقِ خدا پر گناہوں کے اثرات

انسان کی بداعمالیوں کا انجام بدصرف انسان ہی نہیں بھگتتا بلکہ اس کے اردگرد ہر چیز اس کے کرتوتوں کے نتائج سے متأثر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ[1]

"اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اُن کے کرتوتوں پر پکڑتا تو زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑتا"۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ[2]

"اور اگر کہیں اللہ لوگوں کو اُن کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑتا"۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] سورت فاطر، آیت ۴۵۔

[2] سورت النحل، آیت ۶۱۔

"کتنے ہی پرندے اپنے گھونسلوں میں ظالموں کے ظلم کے سبب بھوک پیاس سے مر جاتے ہیں"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک جنازہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مُسْتَرِيحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ" قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ: مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ ـــــ قال: اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَاَذَاهَا اِلَى رَحْمَةِ اللهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ۔[2]

"یہ جنازہ یا تو خود راحت یافتہ ہے یا اس سے راحت پائی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا، یارسول اللہ مستریح (راحت یافتہ) یا مستراح منہ (اس سے راحت پائی گئی) سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "بندۂ مومن اللہ کی رحمت میں پہنچ کر دنیا کی پریشانیوں اور تکلیفوں سے آرام پا جاتا ہے۔ (گویا بندۂ مومن مستریح ہے) اور فاسق و فاجر انسان کے شر سے بندے، علاقے، درخت اور جانور سب آرام پا جاتے ہیں۔ (گویا فاسق و فاجر انسان مستراح منہ ہے)"

جاندار تو جاندار، جمادات اور بے جان چیزیں بھی گناہوں کی نحوست سے محفوظ نہیں رہ سکتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاِنَّمَا سَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ[3]

"حجر اسود جب جنت سے اترا تھا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔ اولادِ آدم کے گناہوں نے اسے کالا کر دیا ہے۔"

---

[1] جامع الاحکام للقرطبی، ج ۷، ص ۳۶۱

[2] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی مستریح و مستراح۔ مسند امام احمد، ج ۵، ص ۲۹۶، ۳۰۲، ۳۰۴

[3] سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن۔ امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

"مسلمان خواتین کی دینی ذمّہ داریاں"

جہلم سے محترم منصور احمد کا مراسلہ

محترمی و مکرمی ڈاکٹر صاحب!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ "میثاق" جولائی کے شمارہ میں دو باتوں پر بے ساختہ آپ کو مبارک باد دینے کو جی چاہا:

۱۔ اسلامی جمہوریت کی بجائے خلافت کی اصطلاح۔

۲۔ اجتماعی اور تحریکی زندگی میں عورت کا مقام۔

خصوصًا موجودہ زمانے میں جبکہ اسلامی تحریکیں بھی اپنے کام کی وسعت کے لئے عورتوں کو میدان میں لاتی ہیں اور عذرِ گناہ کے طور پر عورتوں کا غزوۂ اُحد میں شریک ہونا اور حضرت عائشہ کا دمِ عثمان کے لئے نکلنا پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے صحیح دینی پس منظر میں پردہ کے مفہوم کو صرف واضح ہی نہیں کیا' بلکہ اپنے پورے گھرانے کے ذریعے عملی نمونہ پیش کر دیا۔ "میثاق" میں جن بہنوں کے تاثرات چھپے ہیں' انہوں نے صرف آپ کا وعظ سن کر پردہ شروع نہیں کیا' بلکہ آپ کے گھر کو دیکھ کر کیا ہے۔

مجھے خود اس معاملہ میں ابتداءً بڑی دقت پیش آئی اور میں اپنی اہلیہ کو ذہنًا قائل نہ کر سکا۔ انہی دنوں آپ کی بیٹی (اہلیہ ڈاکٹر عبدالخالق) شادباغ میں مقیم تھیں۔ میں بھی وہیں مسجد میں خطیب تھا۔ اہلیہ کا ان سے چند دفعہ ملنا ہوا تو وہ دل سے اس کو مان گئیں کہ رشتہ دار نامحرموں سے پردہ ممکن ہے۔ اس طرح بحمد اللہ اپنے بھائیوں میں مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ میرے گھر میں شرعی پردہ ہو گیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کے ایک اہم مٹے ہوئے حکم کو آپ نے جس طرح زندہ کیا ہے یہ آپ کی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ میری محدود سوچ کی رائے ہے' ورنہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کے باقی کام بے نتیجہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ساری

نیکیوں کو قبول اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین۔ اپنے لئے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین پر استقامت اور خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ والسلام

احقر منصور احمد۔ جہلم
مدیر جامعہ عبداللہ بن مسعود

راولپنڈی سے محترم فیض احمد کا مراسلہ

مکرمی و محترمی، السلام علیکم

"میثاق" ماہ جولائی ۹۱ء کا پرچہ موصول ہوا۔ اس دفعہ ڈاکٹر صاحب نے مسلمان خواتین کی دینی ذمہ داریوں کے بارے میں جو تقریر کی تھی، وہ پڑھی۔ میرے خیال میں یہ بالکل متوازن تقریر تھی۔ میں خود تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کی خواتین کا کام دیکھ رہا تھا، لیکن دونوں کا طریقہ کار دل کو نہیں بھا رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے خواتین کے لئے بالکل صحیح راستہ، جو قرآن و سنت کے مطابق ہے، تجویز کیا ہے۔

میرا آپ کو مشورہ یہ ہے کہ اس مضمون کو کتابچہ کی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ وسیع حلقے میں یہ سوچ فروغ پا سکے اور دینی ذہن کی خواتین مطمئن ہو سکیں۔ اس وقت وہ عجیب حالت میں ہیں، یقیناً اس کتابچہ سے وہ بہت استفادہ کریں گی۔

فیض احمد۔ راولپنڈی

"تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار"

دربند (مانسہرہ) سے ایک خط

محترم جناب سردار اعوان صاحب (مینیجر میثاق لاہور)
السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

آپ کا مکتوب اور رسالہ میثاق دونوں موصول ہوئے۔

عثمانی ترکوں کی خلافتِ عثمانیہ کے ختم ہونے کے بعد ایک جائز حکمران منتخب کرنا دنیا کے سب مسلمانوں پر فرضِ مذہبی ہے۔ وہ مسلمان جو بغیر امام زندگی گزارتا ہے، اس کی

موت جہالت کی موت ہے۔ اس مضمون کی حدیث مبارک جناب ڈاکٹر صاحب مدظلّہ کی کتاب میں بحوالہ مسلم شریف موجود ہے۔ عثمانی ترکوں کا حکمران دنیا کے سب مسلمانوں کا جائز حکمران ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ مردِ بیمار تک چلا آیا تھا۔ عیسائی حکمرانوں نے ترکی قوم کو سمجھایا کہ تمہارا حکمران بیمار ہے۔ مذہبی پابندی ایک جنونی قسم کی بیماری ہے۔ جس ملک کے حکمران کو یہ بیماری لگ جاتی ہے وہ ملک کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ مردِ بیمار نے مذہبی پابندی چھوڑ دینے سے انکار کیا۔ ترکی قوم مردِ بیمار کو معزول کر کے ایک ایسا حکمران منتخب کرنے لگی جو مذہبی پابندی سے آزاد ہوتا تھا۔ جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء میں اتحادی جیت گئے اور مصطفےٰ کمال (مرحوم) نے اتحادیوں کو خوش کرنے کی غرض سے خلافت ختم کر کے مغربی جمہوری طرز کی حکومت بنا دی۔

سیاسی اعتبار سے منظم جماعت کے ساتھ دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کی کوشش کرنے والی جماعت تنظیمِ اسلامی ہے۔ اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ جماعت ہٰذہ الیکشن میں حصہ نہیں لیتی، لہٰذا جماعت ہٰذہ کی حمایت دنیا کے سب مسلمانوں پر فرضِ مذہبی ہے۔

والسلام

عبدالرحیم عرف پائیدار

بقیہ : دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

اجازت حاصل کر لی گئی تھی۔ اس کی بھرپور تشہیر بھی کی گئی۔ چنانچہ جامع مسجد صدیقیہ میں غازی محمد وقاص صاحب، جامع مسجد مدنی میں جناب طارق جاوید صاحب، اور بلال مسجد میں راقم نے "پاکستان کے موجودہ مسائل کا واحد حل: اسلامی انقلاب" کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ سوال و جواب کی نشستوں میں بھی احباب نے دلچسپی کا اظہار کیا۔

فیصل آباد کے ساتھیوں نے بھی ان دو ماہ کے دوران ملک احسان الٰہی صاحب کی قیادت میں ٹوبہ ٹیک سنگھ، سرگودھا، جھنگ اور قریب کے دیگر قصبات میں متعدد دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام کیے، جن میں پروفیسر خان محمد صاحب، ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب اور احسان الٰہی ملک صاحب نے مساجد میں مفصل تقاریر کیں اور خطباتِ جمعہ میں تنظیمِ اسلامی کی دعوت کو متعارف کروایا۔ ملتان، وہاڑی، بورے والا اور شجاع آباد کے رفقاء نے بھی اپنے اردگرد کے قصبات میں ایسے متعدد پروگرام منعقد کیے۔ راولپنڈی اور گجرات کی تنظیموں کے ساتھیوں نے بھی اپنے قریبی قصبات و دیہات میں تنظیم کو متعارف کروانے کے لئے کئی پروگرام کیے۔ ○

دینی تعلیم کا ایک سالہ کورس:
ایک نعمتِ غیر مترقبہ
رفقاء و احباب کے نام ناظم قرآن کالج کا ایک کھلا خط

محترم رفقائے تنظیم و اراکین انجمن
السلام علیکم و رحمتہ اللہ

یہ بات آپ کے علم میں ہوگی کہ قرآن کالج میں طلبہ کو ایف اے اور بی اے کے امتحانات کے لئے اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ کالج کی نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ انہیں دینی تعلیم کے ایک معین نصاب سے بھی گزار دیا جائے۔ یہ کام اپنی جگہ یقیناً نہایت مفید بھی ہے اور اہمیت کا حامل بھی، لیکن ہماری نظر میں ابتدائی دینی تعلیم کے اس ایک سالہ نصاب کی اہمیت دوچند ہے جس کا آغاز قرآن اکیڈمی کے تحت ہوا تھا اور جو قرآن کالج کی تعمیر کے بعد اب کالج ہی کے زیر انصرام ہے۔

ہمارے بہت سے رفقاء و احباب وہ ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان کی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور وہ رجوع الی القرآن کی دعوت کو آگے بڑھانے کے لئے بحمد اللہ کوشاں اور سرگرم عمل ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دینی تعلیم کا یہ ایک سالہ نصاب ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ ایسے احباب اگر ایک بار ہمت کر کے اپنا ایک سال فارغ کر لیں اور پوری توجہ اور محنت سے اس نصاب کی تکمیل کر لیں تو یقیناً انہیں دینی تعلیم کی ایک ایسی بنیاد حاصل ہو جائے گی جس سے وہ اپنی صلاحیتوں کو بہتر طور پر بروئے کار لا سکیں گے۔ اس کورس میں سے گزرنے کے نتیجے میں انہیں عربی زبان کے قواعد سے اس درجے آگاہی حاصل ہو جائے گی کہ پھر وہ تھوڑی سی مزید توجہ اور محنت سے عربی زبان کی اتنی استعداد حاصل کر سکیں گے کہ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کو براہ راست بغیر کسی ترجمے کی مدد کے، سمجھنے کے قابل ہو سکیں اور انہیں اعتماد کے ساتھ بیان کر سکیں۔

مزید برآں تجوید کے قواعد سیکھ کر وہ قرآن حکیم کی تلاوت بھی بہتر اور درست طور پر کرنے کے قابل ہو سکیں گے اور یہ سب چیزیں دعوت و تبلیغ دین کے کام میں ان کی ممد و معاون ہوں گی۔

شرکاء کی سہولت کے لئے ہم نے اس کورس کو دو سمسٹرز میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ جن طلبہ کے لئے ممکن ہو' وہ مسلسل ایک سال لگا کر پورا کورس مکمل کر لیں اور جن کے لئے بیک وقت ایک سال کی چھٹی لینا یا کاروبار سے غیر حاضر ہونا ممکن نہ ہو' وہ ابتداء چھ ماہ نکال کر پہلا سمسٹر ضرور مکمل کر لیں جس کا مرکزی مضمون عربی گرامر ہے۔ ایسے احباب کو کچھ وقفے کے بعد جب فرصت میسر ہو' دوبارہ چھ ماہ لگا کر دوسرا سمسٹر مکمل کر سکیں گے۔ پہلا سمسٹر بالعموم ۸ر شوال سے ۱۵ر ربیع الاول تک کے عرصے پر مشتمل ہو گا اور دوسرا سمسٹر ۲۲ر ربیع الاول تک ۲۲ر شعبان تک۔

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہے کہ قرآن کالج کے قیام اور خصوصاً ایک سالہ کورس کے اجراء کا بنیادی مقصد ایسے افراد کی فراہمی اور تیاری ہے جو دنیوی علوم پر دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم کے حصول کے خواہش مند ہوں اور علمی سطح پر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کام کرنے کا عزم رکھتے ہوں۔ اس مقصد کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب ہم میں سے ہر شخص اپنے اپنے حلقے میں قرآن کالج اور بالخصوص ایک سالہ کورس میں داخلے کے لئے مناسب اور موزوں افراد کو ذہناً اور عملاً تیار کرتا ہے۔

اس خیال سے کہ آپ کو مذکورہ بالا کام کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے' ہم آپ کو پیشگی اطلاع دے رہے ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے ایک سالہ کورس کے لئے داخلے ستمبر ۱۹۹۱ء کے آخری ہفتے میں ہوں گے اور یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء سے پڑھائی کا آغاز ہو جائے گا۔

دو سمسٹرز میں مضامین کی تقسیم کچھ یوں ہوگی:

<u>پہلا سمسٹر</u>

۱۔ تجوید (قواعد' مخارج اور تیسویں پارے کے ناظرہ کی مشق کے ساتھ چھوٹی سورتوں کا حفظ)

۲۔ عربی گرامر (عربی کا معلم کے چاروں حصے)

۳۔ عربک ریڈر (طریقہ جدیدہ حصہ اول و دوم)
۴۔ منتخب نصاب (مکمل ۴۴ کیسٹ کی سماعت)
۵۔ مطالعۂ لٹریچر (محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی بعض تالیفات کا اجتماعی مطالعہ)

دوسرا سمسٹر

۱۔ تجوید و حفظ (تجوید کی مشق کے ساتھ منتخب نصاب کا حفظ)
۲۔ حدیث (مصطلحات حدیث اور انتخاب احادیث از امام نوویؒ)
۳۔ ترجمۂ قرآن (سورۃ البقرہ کے ابتدائی پانچ رکوع اور منتخب نصاب میں شامل سورتیں اور آیات)
۴۔ منتخب نصاب (اعادہ و مشق)
۵۔ مطالعہ لٹریچر رفقہ

جن طلبہ نے ایف ایس سی / ایف اے / آئی کام وغیرہ کا امتحان پاس کر لیا ہے اور اب وہ قرآن کالج میں بی اے سال اضافی میں داخلے کے خواہش مند ہیں، ان کے لئے داخلوں اور تعلیم کے آغاز کا شیڈول بھی وہی ہو گا جو ایک سالہ کورس کا ہے۔

قرآن کالج میں بی اے کلاس میں داخلے کے خواہش مند طلبہ مزید تفصیلات جاننے کے لئے دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر کالج پراسپکٹس طلب کریں جس میں داخلہ فارم بھی شامل ہے۔ ضرورت پڑنے پر داخلہ فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

تمام رفقاء اور احباب سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے حلقے میں سے ان کورسز میں داخلے کے لئے طلبہ کو تیار کریں اور جو طالب علم قرآن کالج میں داخلے کا ارادہ ظاہر کرے تو اس کا داخلہ فارم کالج میں بلا تاخیر جمع کروا دیں اور آخری تاریخوں کا انتظار نہ کریں۔

والسلام
لطف الرحمٰن خان
(ناظم قرآن کالج)

ایک مستحسن فیصلہ

آزاد کشمیر میں منعقد ہونے والے حالیہ انتخابات میں جماعت اسلامی آزاد کشمیر نے حصہ نہ لے کر ایک مستحسن فیصلہ کیا ہے۔ اس ضمن میں جماعتِ اسلامی آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل جناب محمود احمد نے ہفت روزہ "تکبیر" کراچی (بابت ۴؍ جولائی ۱۹۹۱ء) کو انٹرویو دیتے ہوئے بجا طور پر فرمایا کہ "ہماری اوّلین ترجیح جہاد ہوگی اور تمام وسائل بھی جہاد پر ہی خرچ کریں گے"۔ فی الواقعہ یہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے موقف کی صد فی صد ترجمانی ہے۔ سیّد صاحب مرحوم و مغفور نے جب ۱۹۴۱ء میں جماعت قائم کی تھی تو اس وقت پیشِ نظر یہی تھا کہ خالص نبویؐ طریقِ کار کو اپناتے ہوئے دعوت و تبلیغ' تربیت اور مراحلِ تنظیم طے کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کی شاہراہِ عام سے ہوتے ہوئے' اسلامی انقلاب برپا کیا جائے گا اور جس کے نتیجے میں "حکومتِ الہیہ کا قیام" عمل میں آئے گا۔ لیکن وا حسرتا کہ تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا تو جماعت اور اس کی قیادت نے یہ سمجھ لیا کہ نبویؐ طریقِ انقلاب کی بجائے جدید جمہوری طریقے سے انقلاب لانا آسان ہے۔ اور یہ کہ اب بس حکومت کرنے والے ہاتھ بدلنے کی ضرورت ہے اور یوں ہم اپنی منزل تک آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ موقف کی اس تبدیلی نے جماعت کو بہت نقصان پہنچایا اور مخلصین کی ایک اچھی خاصی تعداد جماعت کے اس موقف سے بددل ہو کر علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہوگئی۔ اور دوسرا نقصان یہ ہوا کہ اصولی اسلامی انقلابی جماعت کی بجائے اب جماعت ایک "نیم مذہبی" اور "نیم سیاسی" قسم کی جماعت بن کر رہ گئی ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ پاکستان کی دستوری جدوجہد میں جماعت کا بڑا اہم کردار رہا ہے' لیکن یہ بھی امرِ واقعہ ہے کہ وہ مقصد جس کے تحت جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا' یعنی اقامتِ دین' غلبۂ دین یا قیامِ نظامِ اسلامی' وہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے اور جب تک جماعت قبل از تقسیم والے موقف کی طرف مراجعت نہیں کرتی یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔

ہماری گزارش ہے کہ جماعتِ اسلامی آزاد کشمیر اپنے آپ کو انتخابی جھمیلوں سے علیحدہ رکھے اور خالص نبویؐ طریقِ کار کی پیروی کرتے ہوئے دعوت و تبلیغ' تربیت و تنظیم اور ہجرت و

جہاد کے ذریعے انقلابی جماعت بننے کی جدوجہد کرے اور جب معاشرے میں معتدبہ تعداد ایسے لوگوں کی تیار ہو جائے جن کی زندگی کا مقصد ۔ "مری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی۔ میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی" کے مصداق اللہ کے دین کی سربلندی قرار پائے تو "وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ" پر عمل کرتے ہوئے صالح اسلامی معاشرہ کے قیام کی کوشش بار آور ہوگی۔ اگر جماعتِ اسلامی آزاد کشمیر یہ جرأت مندانہ قدم اٹھائے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت اسلامی پاکستان کے اربابِ حل و عقد کو بھی توفیق دے دے کہ وہ بھی اسی نہج پر کام کرنا شروع کر دیں اور یوں قیام نظامِ اسلامی کی منزل جو ہم سے دور ہوتی جا رہی ہے شاید کہ اس تک پہنچنا ممکن ہو سکے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔ OO

عبداللہ (صوبہ سرحد)

اسلام اور مغربی جمہوریت

مکرمی جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم۔ جولائی کا "میثاق" نظر سے گزرا۔ جمہوریت کے بارے میں آپ نے جو ایک نیا نقطہ نظر پیش فرمایا ہے' وہ بڑا بروقت اور بڑا جرأت مندانہ ہے۔ میری طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمایئے۔

لفظ جمہوریت کی آڑ میں لوگ اپنی من مانی کارروائیاں کرنا چاہتے ہیں۔ اور تحریکِ اسلامی کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ حاکمیت کا حق صرف اللہ کا ہے۔ یہ حق خدا سے چھین کر بندوں کو نہیں دیا جا سکتا۔ چونکہ وہ پوری کائنات کا حاکم اور مالک ہے' اس لئے قانون سازی کا حق بھی اسی کا ہے۔ اللہ کے ایک واضح قانون کی موجودگی میں کسی انسان کو نیا قانون بنانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ کسی بات کو صحیح یا غلط قرار دینے کی کسوٹی ہمیشہ محض اکثریت کو نہیں بنایا جا سکتا۔

جمہوریت کے بارے میں آپ نے جو نیا نقطۂ نظر پیش کیا ہے' اسے ایک مہم کی صورت میں آگے بڑھایا جانا چاہئے۔ اس موضوع کو سیمینار کا موضوع بھی بننا چاہئے۔ مجھے آپ کی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد ہے۔ امید ہے آپ ان تقاضوں کی طرف پوری پوری توجہ دیں گے۔

ایک عدد مضمون بعنوان "اسلام اور مغربی جمہوریت" ارسالِ خدمت ہے۔ اسے "میثاق" کے اگلے شمارے میں شائع کر کے ممنون فرمائیں' تاکہ مغربی جمہوریت کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچ سکے۔ اگر مناسب سمجھیں تو

اس خط کے مندرجات کو بھی "میثاق" کے ذریعے ہمارے قارئین تک پہنچا کر مجھے شکریہ کا موقع بہم فرمائیں!

والسلام
مخلص
غلام فرید - بہاولپور

اسلام اور مغربی جمہوریت

آج کل کم و بیش تمام سیاست دان' علمائے کرام' دانشور اور عوام دن رات جمہوریت کا نام لیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ پاکستان جمہوری طریقے سے قائم ہوا تھا اور جمہوریت سے ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ حکومت کہتی ہے کہ ہم جمہوریت کو کامیاب کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ عوام کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دیں گے۔ ہمارے دوست ممالک کہتے ہیں کہ پاکستان میں جمہوریت کو پروان چڑھانے کے لئے ہم ہر قسم کی مدد دینے کو تیار ہیں۔ دانشور کہتے ہیں کہ جمہوریت کے بغیر ترقی ناممکن ہے۔ ہمارے بعض اہل قلم بھائیوں نے جمہوریت پسند مصنفین کی ایک انجمن بھی بنالی ہے۔

آخر یہ جمہوریت ہے کیا چیز؟

مجھے اس بات کا پورا پورا احساس ہے کہ میں نے ملک کے انتہائی نازک اور ایک حساس مسئلے کو چھیڑا ہے۔ میرے بہت سے بزرگ اور دوست ایسے بھی ہوں گے جن کو مجھ سے سخت اختلاف ہوگا۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو یہ کہیں گے کہ مغربی جمہوریت کی مخالفت سے ہم کسی ایک شخص کی مطلق العنان حکومت یا مارشل لاء کے حق میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ بھائی ایسے بھی ہوں گے جو کہیں گے کہ ہم نے خواہ مخواہ ایک نیا شوشہ چھوڑ دیا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو ہماری بات کو حق سمجھنے کے باوجود اس لئے اسے حق تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ ہماری بات کو تسلیم کرنا ان کے وقار اور انانیت کے منافی ہوگا۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں' لیکن جب تک ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ہمارے لئے حق وہی ہے جو قرآن اور حدیث کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ اگر کوئی بات اس کسوٹی پر پوری نہیں اترتی تو وہ جاہلیت کا حصہ ہے۔

آیئے اب ہم لفظ جمہوریت پر غور کریں۔ مغربی جمہوریت ایک نظامِ زندگی ہے۔ اس نظریہ کی رو سے کسی چیز کو صحیح یا غلط قرار دینے کی کسوٹی اکثریت کی رائے ہے۔ جمہوریت ایک

مغربی نظریہ ہے۔ اس نظریہ کے مطابق جمہوریت ایک ایسا طرزِ زندگی ہے جس میں عوام کی حکومت، عوام کے لئے اور عوام کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس میں اقتدارِ اعلیٰ عوام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور عوام ہی سرچشمۂ قوت ہوتے ہیں اور عوام ہی کو ہر قسم کا قانون بنانے کا حق پہنچتا ہے۔

مغربی نظریۂ جمہوریت عیسائیوں، یہودیوں، دہریوں اور کافروں کے لئے ایک حتمی اور مفید نظریہ ہے، کیونکہ نظامِ زندگی کے بارے میں اس نظریہ کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی نظریۂ زندگی نہیں ہے۔ لیکن کیا مغربی نظریۂ جمہوریت مسلمانوں کے لئے بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا غیر مسلموں کے لئے؟ مسلمانوں کا نظامِ زندگی جس نظریہ کے تحت چلتا ہے اسے اسلام کہتے ہیں۔ اسلام کی رُو سے کسی چیز کو صحیح یا غلط قرار دینے کا معیار عوام کی اکثریت کی رائے نہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی ہے۔ اگر کوئی چیز اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کے مطابق ہے تو وہ صحیح ہے۔ چاہے ساری دنیا کے انسان مل کر اسے غلط کہتے رہیں لیکن وہ صحیح ہی رہے گی۔ اگر کوئی چیز اللہ اور اس کے رسولؐ نے غلط قرار دے دی ہے تو وہ غلط ہی رہے گی، چاہے ساری دنیا کے انسانوں کی اکثریت اسے صحیح قرار دینے کی کوشش کرتی رہے۔ اسلام کے مطابق قانون بنانے کا اختیار عوام کو نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

جب خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو آپؐ ایک انسان کی بات صحیح تھی اور سارے عرب کے انسانوں کی اکثریت کی رائے غلط تھی، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے وضع کردہ معیار کے مطابق نہیں تھی۔ اگر جمہوریت ہی صحیح نظریۂ زندگی ہوتا تو پھر رسولؐ کو اپنی ایک فرد کی رائے کو چھوڑ کر پورے عرب کی اکثریتی رائے کو اپنا لینا چاہئے تھا۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ آخری دم تک صرف خدا کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی کو بسر کرنے کا اعلان فرماتے رہے۔

اسی طرح تشکیلِ پاکستان کے وقت جمہوری اصولوں کے مطابق ہندوستان کے باشندوں کی اکثریت پاکستان کا قیام نہیں چاہتی تھی۔ اگر تشکیلِ پاکستان کے وقت مغربی نظریۂ جمہوریت کے مطابق کوشش کی جاتی تو مسلمانوں کو کبھی بھی پاکستان نہ ملتا، کیونکہ ان کی رائے ہندوستانی باشندوں میں ایک اقلیتی گروپ کی رائے تھی۔ اصل میں تحریکِ پاکستان جمہوری نہیں بلکہ ایک نظریاتی اور اصولی جنگ تھی۔

اسی طرح اگر مغربی نظریۂ جمہوریت کو تسلیم کر لیا جائے تو اب ہندوستان کے مسلم

باشندوں کو اسلام پر چلنے اور ہندوستانی معاشرے میں اسلام کی تبلیغ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ یہ بات ہندوستانی باشندوں کی اکثریت کی خواہش کے خلاف ہے۔ لیکن اس بات کو تسلیم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ مسلمان ہر وقت اپنے نظریات پر عمل کرنے اور ان نظریات کو دوسروں تک پھیلانے کا پابند ہے اور یہ بات اس کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اسلام اور مغربی نظریۂ جمہوریت ایک ہی چیز ہیں۔ یا یہ کہا جاتا ہے کہ جمہوریت اسلام کے منافی نہیں ہے۔ یا یہ کہ جمہوریت عین اسلام ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جمہوریت اور اسلام ایک ہی چیز ہے تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ ہم پاکستان میں اسلام لائیں گے یا یہ کہ ہم اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی دیں گے، یا یہ کہ ہم اسلام کو کامیاب کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے، یا یہ کہ ہم اسلام لانے والے مصنفین کی انجمن میں شامل ہیں؟ اگر ایسا نہیں کہا جاتا، یعنی جمہوریت کی جگہ اسلام کا نام لینے سے گریز کیا جاتا ہے تو آپ سمجھ لیں کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ جمہوریت کے نام پر جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے یا وہ اسلام نہیں ہے اور یا اسلام مغربی نظریۂ جمہوریت نہیں ہے —— اور حقیقت میں ہے بھی ایسا ہی! مغربی نظریہ جمہوریت میں مرضی انسان کی چلتی ہے اور اسلام میں مرضی خدا کی چلتی ہے۔ چونکہ لوگ خدا کی مرضی نہیں بلکہ اپنی مرضی چلانا چاہتے ہیں اس لئے وہ اسلام کا نام نہیں لیتے بلکہ دن رات جمہوریت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اگر ہم استحکامِ پاکستان چاہتے ہیں یا پاکستان میں خدائی نظام چاہتے ہیں تو پھر ہمیں مغربی نظریہ جمہوریت نہیں بلکہ اسلام کا مطالبہ اور صرف اسلام کے لئے اپنا تن من اور دھن قربان کر دینا چاہئے۔ یہی تقاضائے فطرت ہے۔ یہی پاکستان کے استحکام کی ضمانت ہے۔ اگر ہم مسلمان کہلاتے ہیں تو پھر یہی بات مسلم کے شایانِ شان ہے۔ ○○

پاک بھارت تعلقات
اور اصلاح احوال کے ضمن میں عملی تجاویز

پر مشتمل امیر تنظیم اسلامی کا نہایت اہم خطاب جمعہ

"ندا" کے تازہ شمارے میں، جس پر ۱۵ اگست ۹۱ء کی تاریخ درج ہے، ملاحظہ فرمایئے

رفتارِ کار

تنظیمِ اسلامی حلقہ پنجاب کے تحت دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگراموں کا انعقاد

ایک اجمالی جائزہ

تنظیمِ اسلامی حلقہ پنجاب کو انتظامی سہولت کے پیش نظر چار حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور چار ساتھی نائب ناظمین کی حیثیت سے چاروں حصّوں میں دعوتی سرگرمیوں کے ذمہ دار ہیں۔ حلقہ شمالی پنجاب' جو دریائے چناب سے اٹک تک پھیلا ہوا ہے' کے ذمہ دار جناب شمس الحق اعوان صاحب ہیں' جنہوں نے محکمہ ریلوے سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ حاصل کر کے ہمہ وقتی طور پر اپنی خدمات تنظیمِ اسلامی کو پیش کی ہیں۔

حلقہ شرقی پنجاب تین اضلاع سیالکوٹ' گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے علاقوں پر مشتمل ہے۔ اس کے نائب ناظم جناب محمد اشرف صاحب ہیں' جن کا تعلق ڈسکہ کے ایک قریبی گاؤں سے ہے۔ ہائی سکول ٹیچر ہونے کے باعث اپنا بیشتر وقت تنظیمی کاموں میں صرف کرتے ہیں۔

لاہور کی دونوں تنظیمیں (لاہور شہر اور لاہور شرقی) براہ راست ناظمِ پنجاب (راقم) ہی کی زیر نگرانی کام کرتی ہیں' جبکہ حلقہ غربی پنجاب جو سرگودھا ڈویژن پر مشتمل ہے' کے نائب ناظم جناب احسان الٰہی ملک صاحب ہیں جو فیصل آباد میں مقیم ہیں اور ایک پرنٹنگ پریس چلا رہے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنا کافی وقت تنظیمی کاموں کے لئے فارغ کر رکھا ہے۔

حلقہ جنوبی پنجاب میں بہاولپور ڈویژن اور ملتان ڈویژن کا علاقہ شامل ہے۔ اس کے نائب ناظم جناب محمد اشرف وصی صاحب ہیں' جو لاہور میں تنظیمِ اسلامی حلقہ پنجاب کے دفتر میں رہتے ہوئے اپنے حلقے کی سرگرمیوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ موصوف ریاض (سعودی عرب) سے بنک کی ملازمت ترک کر کے ہمہ وقت تنظیم سے وابستہ ہوئے ہیں۔

ماہ مئی سے پنجاب کی سطح پر تنظیمِ اسلامی کو متعارف کروانے اور پاکستان میں اسلامی انقلاب کے طریقہ کار کی وضاحت کے ضمن میں دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگراموں کا آغاز کیا

گیا۔ یہ پروگرام الحمدللہ کامیابی سے چل رہے ہیں۔ یہ پروگرام عموماً جمعرات اور جمعہ کے دن منعقد ہوتے ہیں۔ رفقاء بدھ کی شام کو مقامی مرکز میں جمع ہوتے ہیں۔ مغرب تا عشاء مقرر کردہ امیرِ جماعت اپنے رفقاء کے مشورے سے پروگرام کی تفصیلات طے کرتے ہیں' ذمہ داریوں کا تعین کیا جاتا ہے اور پروگرام کے دوران اسلامی ماحول برقرار رکھنے کے لئے دیگر ہدایات دی جاتی ہیں۔ جمعرات کو صبح نمازِ فجر کے فوراً بعد ناشتے سے فارغ ہو کر یہ جماعت مقامِ مقررہ کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔ عموماً جماعت پچاس کلومیٹر کے دائرے ہی میں کسی قصبے کی طرف بھجوائی جاتی ہے۔ جماعت کا قیام عموماً مسجد میں ہوتا ہے' جس کا پہلے سے تعین کر کے انتظامیہ سے اجازت حاصل کرلی جاتی ہے۔

جماعت نمازِ فجر کے بعد سفر کر کے عموماً آٹھ بجے تک مقامِ مقررہ پر پہنچ جاتی ہے۔ رفقاء دو رکعت نماز نفل ادا کرتے ہیں اور تربیتی پروگرام کا آغاز ہو جاتا ہے' جس میں تنظیم اسلامی کے بارے میں ضروری معلومات پر مبنی ایک سوالنامے کے ذریعے رفقاء کو تنظیم اسلامی کے پس منظر' اس کے موقف' اس کی نمایاں خصوصیات' ہمعصر تنظیموں سے تقابل' منہجِ انقلابِ نبوی' اور نظم کی اہمیت وغیرہ کے بارے میں تفصیلاً معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ مزید برآں نظام العمل کے اہم حصوں کے مطالعے کے علاوہ تحریکی اور تنظیمی موضوعات پر رفقاء کی مختصر تقاریر کے پروگرام ہوتے ہیں۔ یہ پروگرام دوپہر ایک بجے تک جاری رہتے ہیں۔ اس کے بعد نماز ظہر' کھانا اور آرام کے لئے وقفہ ہوتا ہے۔

بعد نمازِ عصر رابطۂ عمومی کا پروگرام ہوتا ہے' جس میں عموماً ٹی بورڈز بھی استعمال کئے جاتے ہیں اور اہم شخصیات سے خصوصی رابطہ بھی کیا جاتا ہے اور انہیں بعد نماز مغرب ہونے والی کارنر میٹنگ میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ کارنر میٹنگ کی اطلاع کے لئے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ کارنر میٹنگ کے علاوہ بعض مقامات پر ایک ہی وقت میں مختلف رفقاء مختلف مساجد میں تفصیلی خطبات کے ذریعے پاکستان میں نفاذِ اسلام کے عملی طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہیں۔ جن مساجد میں ایسے پروگرام رکھے جاتے ہیں' ان کی انتظامیہ سے پہلے سے اجازت حاصل کرلی جاتی ہے۔ گفتگو یا خطاب کے بعد عموماً سوال و جواب کی نشست بھی منعقد ہوتی ہے۔ یہ پروگرام بعد نماز مغرب تا اذانِ عشاء جاری رہتے ہیں۔

اگلے روز صبح نمازِ فجر کے بعد مختلف مساجد میں درسِ قرآن کے پروگرام رکھے جاتے ہیں اور لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی کے ساتھی

آئے ہوئے ہیں۔ وہ فلاں وقت تک وہاں موجود رہیں گے۔ آپ کو ملاقات کی دعوت دی جاتی ہے۔

جمعہ کی صبح تربیتی پروگرام میں عموماً رفقاء کا باہمی تعارف اس حوالہ سے کرایا جاتا ہے کہ انہیں تنظیم اسلامی میں شامل ہونے پر کس بات نے آمادہ کیا اور شمولیت کے بعد ان کی زندگی میں کن کن پہلوؤں سے تبدیلی آئی' انہیں کیا مشکلات پیش آئیں اور انہوں نے ان پر کیسے قابو پایا' وغیرہ۔ اس کے علاوہ تصحیح تلاوت' ادعیۂ ماثورہ کا یاد کرانا اور معمولات کو سنّت سے قریب تر کرنے کے لئے ترغیب و تشویق پر مبنی پروگرام ہوتے ہیں۔ مزید بر آں مختلف مساجد میں خطابِ جمعہ کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لئے پہلے سے مقامی ساتھیوں کے تعاون سے جامع مساجد کی انتظامیہ سے اجازت حاصل کرلی جاتی ہے۔

خطباتِ جمعہ میں فرائضِ دینی کا جامع تصور' انقلابِ نبوی ؐ کا طریقہ کار اور پاکستان میں نفاذِ اسلام کے انقلابی طریقہ کار پر تقاریر کی جاتی ہیں۔ مساجد کے باہر مکتبہ لگایا جاتا ہے اور نماز کے بعد نمازیوں میں تعارفی لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے اور لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے رفقاء ٹی بورڈز لے کر کھڑے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں مصروف بازاروں میں بھی مکتبہ اور تعارفی اسٹال لگائے جاتے ہیں' جہاں کتب' کیسٹس اور تنظیم کا تعارفی لٹریچر رکھا جاتا ہے۔ عموماً لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ وقفہ وقفہ سے تعارفی اعلانات ہوتے رہتے ہیں اور باقی وقت میں امیر محترم کا خطاب بذریعہ کیسٹ سنایا جاتا ہے۔

گزشتہ دو ماہ (مئی و جون) کے دوران پنجاب کے مختلف مقامات کی جانب دو روزہ جماعتیں روانہ کی گئیں۔ اختصار کے پیش نظر ان میں سے بعض جماعتوں کے دعوتی پروگراموں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

☆ قصور (۱۶' ۱۷ مئی)

مقامی ساتھی شان الٰہی صاحب کی دعوت پر دو روزہ پروگرام ہوا۔ معمول کے مطابق تربیتی پروگراموں کے علاوہ وہاں ایک مسجد میں محمد اشرف وصی صاحب نے خطاب کیا' جبکہ شان الٰہی صاحب کے مکان پر حافظ عاطف وحید صاحب نے "اسلام اور موجودہ دَور کے مسائل کا حل" کے موضوع پر خطاب کیا' جسے بہت پسند کیا گیا۔ سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔

☆ گوجرانوالہ (۲۳' ۲۴ر مئی)

گوجرانوالہ کے ساتھیوں کے تعاون سے دو روزہ پروگرام ترتیب دیا گیا۔ تربیتی پروگراموں

کے علاوہ تین مساجد ـــــ مسجد اشرف المساجد میں راقم نے "اتحاد بین المسلمین میں حافظ محمد ابراہیم صاحب نے، اور کھوکھر پورہ کی جامع مسجد میں محمد اشرف ڈھلو صاحب نے "پاکستان میں اسلامی انقلاب" کے موضوع پر تفصیلی خطابات کئے۔ اور آخر میں سوال و جواب کی نشستیں بھی ہوئیں۔

سٹلائٹ ٹاؤن کی مین مارکیٹ اور مین جی ٹی روڈ پر جی ٹی ایس بس سٹینڈ کے قریب تعارفی سٹالز لگائے گئے۔ نماز جمعہ سے قبل جامع مسجد شیرانوالہ باغ کے باہر بھی سٹال لگایا گیا۔ رتہ روڈ سٹلائٹ ٹاؤن کی جامع مسجد میں راقم نے نماز جمعہ سے قبل "فرائضِ دینی کا جامع تصور" کے موضوع پر خطاب کیا۔ جمعہ کی صبح علاقے کی بیشتر بڑی مساجد میں تنظیم کے تعارفی پوسٹرز، پٹیاں اور سٹکرز بھی چسپاں کئے گئے۔ جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں نماز جمع کی ادائیگی کے بعد رفقاء ٹی بورڈز اٹھا کر اپنے سٹال پر آئے جو مین جی ٹی روڈ پر جی ٹی ایس کے اڈہ کے قریب لگایا گیا تھا۔

☆ سیالکوٹ (۳۰، ۳۱ر مئی)

سیالکوٹ میں جماعت کا قیام جامع مسجد لدھر کشمیری محلہ میں تھا۔ تنظیمی و تربیتی پروگراموں کے علاوہ مسجد لدھر سے متصل چوک کشمیری محلہ میں کارنر میٹنگ ہوئی، جس میں جناب شمس الحق صاحب نے "اسلامی انقلاب۔ موجودہ مسائل کا حل" کے موضوع پر خطاب کیا۔ اگلے روز تین جامع مساجد، جامع مسجد ملا کمال، جامع مسجد کشمیری محلہ اور جامع مسجد اہلحدیث میں علی الترتیب جناب شمس الحق صاحب، جناب محمد اشرف ڈھلو صاحب اور حافظ خالد محمود صاحب نے خطبۂ جمعہ میں "پاکستان میں نفاذِ اسلام کا نبوی طریق کار" کے موضوع پر مفصل تقاریر کیں۔ مزید برآں مساجد کے باہر تعارفی لٹریچر تقسیم کیا گیا اور مساجد میں پوسٹرز، پٹیاں اور سٹکرز بھی چسپاں کئے گئے۔

☆ ننکانہ صاحب (۱۴، ۱۵ر جون)

پندرہ رفقاء کی جماعت ۱۴ر جون کو صبح ۸ر بجے ننکانہ صاحب کی غلہ منڈی کی اونچی مسجد میں پہنچی۔ ننکانہ صاحب کی پانچ جامع مساجد میں رفقاء نے خطبۂ جمعہ کے فرائض انجام دیئے۔ جناب محمد اشرف وصی صاحب نے جامع غوثیہ اڈہ تالاب والی میں، جناب محمد اشرف بیگ صاحب نے اونچی مسجد غلہ منڈی میں، جناب عبدالرؤف صاحب نے جامع مسجد مبارک (اہلحدیث) میں، جناب حافظ خالد محمود خضر صاحب نے جامع مسجد قاسمیہ میں، اور جناب احمد حسن صاحب نے جامع مسجد رحمانیہ میں "موجودہ مسائل کا واحد حل: اسلامی انقلاب" کے

موضوع پر مفصل خطابات کئے۔

شام کو بعد نماز مغرب اونچی مسجد غلہ منڈی میں محمد اشرف وصی صاحب نے "منہجِ انقلابِ نبوی" اور نظامِ بیعت" کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد دو مقامی مساجد میں حافظ خالد محمود خضر صاحب اور جناب احمد حسن صاحب نے درسِ قرآن دیا۔

ننکانہ صاحب میں دو مقامی ساتھیوں محترم عبدالحمید رحمانی صاحب' صدر انجمن تحفظِ ختمِ نبوت ننکانہ صاحب اور معروف وکیل' صحافی اور سابق ایم پی اے محترم برکت علی غیور صاحب نے ہر اعتبار سے بھرپور تعاون فرمایا' جس کے لئے ہم ان کے تہ دل سے ممنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس تعاون علی البرّ پر بہترین جزا سے نوازے۔ آمین!

☆ اوکاڑہ (۲۰' ۲۱ر جون)

لاہور سے نو رفقاء کی جماعت جناب محمد اشرف وصی صاحب کی زیر قیادت ۲۰ر جون کو علی الصبح جامع مسجد مبارک لالہ زار کالونی اوکاڑہ پہنچی۔ معمول کے تربیتی پروگراموں کے علاوہ رابطۂ عوام مہم میں پمفلٹ' پوسٹرز اور سٹکرز تقسیم کئے گئے اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے عمومی خطاب میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ نماز مغرب کے بعد حافظ شیخ محمد ابراہیم صاحب نے جامع مسجد مبارک میں "اسلامی انقلاب کی ضرورت اور طریقہ کار" کے موضوع ر خطاب کیا اور حاضرین کے سوالات کے جواب دیئے۔

اگلے روز تین مساجد میں خطبۂ جمعہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ خطبۂ جمعہ کے لئے ایک ساتھی کو لاہور سے پہنچنا تھا لیکن وہ شدید عذر کے باعث تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے صرف دو مساجد میں جناب محمد اشرف وصی صاحب اور شیخ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے خطاب کیا۔ ایک مسجد کے باہر مکتبہ بھی لگایا گیا۔

☆ نوشہرہ ورکاں (۲۸' ۲۹ر جون)

۲۸ر جون کی صبح لاہور سے ۲۱ رفقاء کی جماعت نوشہرہ ورکاں پہنچی' جہاں مقامی ساتھیوں محمد اشرف صاحب اور سراج الحق صاحب نے جامع مسجد بلال میں جماعت کے قیام کا انتظام کر رکھا تھا۔ تربیتی پروگراموں کے علاوہ راقم نے بلال مسجد میں خطبۂ جمعہ میں فرائضِ دینی کے جامع تصور پر مفصل گفتگو کی۔ علاقے کی تمام دس مساجد میں تعارفی پوسٹرز' پٹیاں اور اسٹکرز رفقاء کی ایک خصوصی ٹیم کے ذریعے نمازِ جمعہ سے قبل ہی چسپاں کروا دیئے گئے تھے۔

شام کو تین مساجد جامع مسجد میں مفصل گفتگو کے لئے پہلے سے مساجد کی انتظامیہ سے

(باقی صفحہ ۵۱ پر)

پشاور میں امیر تنظیم اسلامی کا ورود

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے دو روزہ انتہائی بھرپور اور مصروف دورے کی روداد

پاکستان اکیڈمی فار رورل ڈویلپمنٹ پشاور ـ (Pakistan Academy for Rural Development) نے وسط جون میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو خطاب کے لئے مدعو کیا تھا، مگر امیر محترم کے سفرحج کے باعث یہ پروگرام طے نہ پا سکا۔ امیر محترم نے حج سے واپسی پر جولائی کے آخری عشرے میں دو روز کے لئے پشاور آنے کی آمادگی ظاہر کی۔ مذکورہ اکیڈمی کو اس کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے خطاب کے لئے ۲۸ر جولائی کی تاریخ طے کر دی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ساتھ ہی رفقاء پشاور نے ۲۹ر جولائی کو امیر تنظیم کے خطاب عام کا پروگرام ترتیب دے دیا۔ اس اثناء میں بعض دیگر احباب اور اداروں سے بھی رابطہ کیا گیا، تاکہ امیر محترم کی پشاور آمد سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اس طرح الحمدللہ ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ر جولائی کے لئے بھرپور پروگرام طے پا گئے۔

حسب پروگرام ۲۸ر جولائی کو امیر محترم صبح ۳۰-۸ بجے پشاور تشریف لے آئے۔ پشاور ایئرپورٹ پر اکیڈمی سٹاف نے انہیں خوش آمدید کہا۔ امیر محترم یہاں سے سٹاف کے ہمراہ رورل اکیڈمی تشریف لے گئے، جہاں انہیں اکیڈمی کے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا۔ اسی روز صبح تنظیم اسلامی پاکستان کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بھی پشاور تشریف لے آئے۔ راقم کے گھر پر ناشتے وغیرہ سے فراغت کے بعد محترم ناظم اعلیٰ، اشفاق احمد میر صاحب اور راقم امیر محترم کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے اور ان سے اس سہ روزہ دورۂ پشاور کے پروگراموں کی تفصیل پر تبادلۂ خیال کیا۔ ۲۸ر جولائی کے لئے کوئی مزید پروگرام طے نہیں کیا گیا۔

بعد نماز عصر راقم اور محترم ناظم اعلیٰ نے اشفاق احمد میر صاحب کے مکان پر رفقائے تنظیم سے ملاقات کی۔ بعد نماز مغرب بنوں سے دو احباب کی آمد کی اطلاع پر ہم ان سے ملاقات کے لئے دفتر تنظیم اسلامی واقع خیبر بازار آ گئے اور ان سے ملاقات کی۔ اس طرح ہم رورل اکیڈمی میں امیر محترم کے خطاب میں شریک نہ ہو سکے۔

رورل اکیڈمی میں امیر محترم کا خطاب بعد نماز مغرب تھا' جہاں انہوں نے "شریعت بل" پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور اس سلسلے میں اپنا موقف وضاحت سے پیش کیا۔ امیر محترم نے نفاذِ شریعت کے معاملے میں حکومت' خاص طور سے وزیر اعظم نواز شریف کی دوغلی پالیسی پر کھل کر تنقید کی اور موجودہ نام نہاد شریعت بل کو ملک کی دستوری تاریخ کا ایک بہت بڑا فراڈ قرار دیا۔ رورل اکیڈمی کے زیر اہتمام اس پروگرام میں چند دیگر احباب نے بھی خطاب کیا جو کوہاٹ سے تشریف لائے تھے۔ خطابات کے بعد مہمانوں کے لئے ضیافت کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔

امیر محترم کھانے وغیرہ سے فارغ ہوئے تو راقم اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بنوں سے آنے والے دونوں احباب کے ہمراہ ملاقات کے لئے رورل اکیڈمی پہنچ گئے۔ ان احباب کی امیر محترم سے ملاقات اگرچہ مختصر لیکن بہت مفید رہی۔

۲۹ر جولائی کو طے شدہ پروگرام کے مطابق امیر محترم نے سب سے پہلے رفقاء تنظیم سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات صبح ۶ بجے اشفاق احمد میر صاحب کے مکان پر ہوئی جو ۳۰۔۷ تک جاری رہی۔ اس ملاقات میں ۳۰ کے قریب رفقاء نے شرکت کی اور اس میں نئے نظام العمل اور اس کی مشکلات پر گفتگو ہوئی۔

رفقاء سے ملاقات اور ناشتے کے بعد امیر محترم اپنی رہائش گاہ پر پہنچے تو وہاں چند احباب کو ملاقات کے لئے منتظر پایا۔ ان میں کوہاٹ سے میجر (ریٹائرڈ) خالد سعید اور میجر (ریٹائرڈ) جامی بنگش اور بنوں سے سعید حمید الدین صاحب شامل تھے۔ ان احباب سے ملاقات بھی کافی سودمند رہی۔

پشاور پریس کلب میں "فیس دی پریس" (Face the Press) پروگرام کے لئے گیارہ بجے کا وقت طے تھا۔ لہٰذا امیر محترم ٹھیک گیارہ بجے پشاور پریس کلب پہنچ گئے' جہاں پر صحافی حضرات ایک ایک کر کے تشریف لا رہے تھے۔ چنانچہ پروگرام بمشکل سوا گیارہ بجے شروع ہوسکا۔ امیر محترم نے پریس کلب میں ملک کی موجودہ صورت حال پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور صیہونی لابی کی سازشوں کے نتیجے میں پاک بھارت جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ اس متوقع خطرے کو روکنے کے لئے دونوں ممالک کی قیادت کو مذاکرات کے ذریعے اپنے مسائل کا حل نکالنا چاہئے' کیونکہ جنگ کی صورت میں دونوں ممالک تباہ ہوں گے اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر اور صیہونی عزائم کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ پاک فوج کے سربراہ جنرل مرزا اسلم بیگ خلیج کی جنگ کے دوران یہ کہہ چکے ہیں کہ عراق کے بعد اگلا ہدف پاکستان ہوگا اور ایسے بیانات ایران اور ترکی کی مسلح افواج کے سربراہان بھی دے چکے

ہیں۔ حال ہی میں جنرل اسلم بیگ نے ایک بار پھر یہی بات کہی ہے' جبکہ ہمارے فارن آفس نے ان کے بیانات کی تردید کی ہے' جس سے اچھا تاثر پیدا نہیں ہوا۔ امیر محترم نے کہا کہ اس وقت پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ کے حقیقی خطرات موجود ہیں اور اس کی متعدد وجوہات ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خلیج کی جنگ کے بعد اب کوئی بھی عرب ملک اسرائیل کو چیلنج نہیں کر سکتا اور یہودی اب پوری دنیا پر اپنا تسلط جمانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اپنے خطاب کے آخر میں امیر محترم نے پانچ نکات کے حوالے سے موجودہ صورت حال کا حل تجویز کیا۔ ملک میں نفاذ شریعت کے سلسلے میں موجودہ حکومت کے اقدامات پر امیر محترم نے عدم اطمینان کا اظہار کیا اور نام نہاد شریعت بل کو ضیاء الحق مرحوم کے ریفرنڈم کی طرح موجودہ صدی کا سب سے بڑا دھوکہ قرار دیا۔

پریس کلب کا پروگرام ختم ہونے کے بعد امیر محترم نے مردان کے مولانا قاضی حسین احمد صاحب مہتمم تقویۃ الایمان سے ملاقات کی۔ بعد ازاں انہوں نے اشفاق احمد میر صاحب کے گھر پر رفقاء کے ساتھ اجتماعی کھانے کے پروگرام میں شرکت کی۔

اسی روز بعد نماز عصر پرل کانٹی نینٹل میں وکلاء سے خطاب کا پروگرام طے تھا۔ یہ پروگرام محترم وارث خان صاحب ایڈووکیٹ نے ترتیب دیا تھا۔ امیر محترم ۶ بجے پرل کانٹی نینٹل پہنچے تو وہاں اگرچہ سینئر وکلاء پہلے سے موجود تھے' لیکن اکثر وکلاء ایک ایک دو دو کر کے آتے رہے۔ یہاں امیر محترم نے "جدید اسلامی ریاست کے دستور" کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ امیر محترم کا یہ خطاب نماز مغرب سے دس منٹ قبل ختم ہوا' جس کے بعد امیر محترم نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ سوال و جواب کا سلسلہ نماز مغرب کے بعد بھی جاری رہا۔

۲۹ر جولائی ہی کو بعد نماز عشاء مسجد کرم شاہ میں امیر محترم کا خطاب عام طے کیا گیا تھا' جس کے لئے شہر میں مناسب تشہیر بھی کی گئی تھی۔ وقت مقررہ سے قبل تنظیم کے ذمہ دار حضرات خطاب عام سے متعلق جملہ انتظامات میں مصروف رہے' لیکن نماز عشاء سے قبل ہی سوا آٹھ بجے بجلی چلی گئی' جس سے خاصی بدمزگی پیدا ہوئی۔ ۲۸ اور ۲۹ر جولائی کو ویسے ہی پشاور میں شدید گرمی تھی اور اس عالم میں لوگوں کا جمع ہو کر بجلی کے بغیر بیٹھے رہنا بہت مشکل تھا۔

چنانچہ مسجد میں جو لوگ امیر محترم کا خطاب عام سننے کے لئے جمع تھے' ان میں سے اکثر و بیشتر اٹھ کر چلے گئے۔ البتہ بعض حضرات اس شدید گرمی میں بھی انتظار میں بیٹھے رہے۔ بجلی کی بندش سوا نو بجے تک رہی۔ ساڑھے نو بجے کے قریب امیر محترم نے "امت مسلمہ کا مستقبل" کے

عنوان سے خطاب کا آغاز فرمایا جو گیارہ بجے تک جاری رہا۔ سامعین نے امیر محترم کے اس فکر انگیز خطاب کو بڑی توجہ سے سنا۔

۳۰ر جولائی کو صبح ساڑھے آٹھ بجے امیر محترم نے روزنامہ "فرنٹیر پوسٹ" پشاور کو ایک تفصیلی انٹرویو دیا۔ پشاور میں امیر تنظیم اسلامی کی یہ آخری مصروفیت تھی۔

رپورٹ کے آخر میں ان رفقاء و احباب کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے امیر محترم کے اس سہ روزہ دورے کے پروگراموں کو ترتیب دینے اور انہیں ہر طرح سے کامیاب بنانے کے لئے بھرپور کوشش کی۔ کوہاٹ کے سجاد حیدر صاحب اپنی گاڑی کے ساتھ امیر محترم کے ہمراہ رہے اور تمام پروگراموں میں انہیں بروقت لانے اور لے جانے کی ذمہ داری بڑے احسن طریقے سے انجام دیتے رہے۔ وارث خان صاحب ایڈووکیٹ نے وکلاء کی ایک اچھی خاصی تعداد کے ساتھ امیر محترم کی نشست اور گفتگو کا اہتمام کیا۔ بھائی ارشاد اللہ صاحب نے پشاور کے مشہور چپلی کباب سے تمام رفقاء کی تواضع کی۔ ان تمام حضرات کی مذکورہ خدمات پر ہم ان کے تہ دل سے ممنون ہیں۔ ۲۸ اور ۲۹ر جولائی کے مختلف پروگراموں میں پشاور کے رفقاء و احباب کے علاوہ کوہاٹ' بنّوں' نوشہرہ اور رسالپور سے بھی رفقاء و احباب تشریف لائے اور پروگراموں مین شرکت کی۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور اس کے لطف و احسان سے تمام طے شدہ پروگرام بحسن و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے راستے میں ہماری اس جدوجہد اور محنت و کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

(مرتب : میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد)

کوئٹہ میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام جلسہ عام

۱۴ر اگست ۹۱ء بروز بدھ 'بوقت صبح دس بجے' صادق شہید پارک

میں منعقد ہوگا' جس میں

امیر تنظیم اسلامی' ڈاکٹر اسرار احمد

امتِ مسلمہ کا مستقبل

کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے' ان شاء اللہ

متحدہ عرب امارات میں دعوت رجوع الی القرآن کے ایک نئے مرکز کا قیام

دوبئ متحدہ عرب امارات میں دوسری بڑی ریاست ہے جو بعض اعتبارات سے دارالخلافہ ابو ظبی سے منفرد بھی ہے اور معروف بھی۔ جدید طرز اور نہایت بلند عمارات پر مبنی یہ خوبصورت شہر اصل میں یورپ اور کئی دیگر عرب شہروں کی طرح دو حصّوں میں منقسم ہے اور دونوں حصّوں کے درمیان ایک چھوٹی سی خلیج حائل ہے' جس پر پلوں' زیرِ سمندر راستوں اور لانچوں کے ذریعے آمد و رفت ہوتی ہے۔ بر دوبئ اور دیرہ دوبئ' جسے برصغیر کے لوگ ڈیرہ دوبئ کہتے ہیں' دوبئ ہی کے دو حصے ہیں۔ ڈیرہ دوبئ' بالخصوص اس کی شارع کورنیش' نہایت بلند عمارتوں سے بھری پڑی ہے' جن میں اکثر و بیشتر بنکوں کے مرکزی دفاتر ہیں۔ اس شارع کو دیکھ کر اقبالؒ کا وہ شعر یاد آ جاتا ہے جو انہوں نے تو یورپ کے حوالے سے کہا تھا' مگر اب یہ صورتِ حال یہاں بھی صادق آگئی ہے۔ ؎

رعنائیٔ تعمیر میں' رونق میں' صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات

یہاں پر برِصغیر سے متعلق لوگوں کی اکثریت ہونے کی وجہ سے اکثر برِصغیر کے کسی شہر کے ماحول کا ہی گمان ہوتا ہے اور اس کے بازار اسی طرح کی گہما گہمی اور تنگی کا منظر پیش کرتے ہیں۔ بازاروں میں چھوٹے چھوٹے ٹھیلوں پر سامان بیچنے والوں کی چیخ و پکار اپنے ہی کسی شہر کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔

دوبئ تجارتی اعتبار سے بہت آگے ہے' بالخصوص ٹیکس فری زون قرار دیئے جانے کی وجہ سے صنعت کے اعتبار سے ابھرتے ہوئے مشرقی ممالک سے خاصے لوگ یہاں آکر کاروبار جما رہے ہیں۔ ویسے تجارت پر زیادہ تر قبضہ ہندوؤں کا ہے اور محسوس یوں ہوتا ہے کہ اس شعبے پر انہوں نے اپنی گرفت خاصی مضبوط کر لی ہے۔ دوبئ کی بندرگاہ بہت وسیع ہے اور اس کی صورت آج کل وہی ہے جو زمانۂ قدیم میں عدن کی بندرگاہ کی تھی کہ جہاں سے مشرق کی طرف

سے آنے والے سامان کو قافلوں کے ذریعے مغرب کی طرف لے جایا جاتا تھا۔ اب اسی طرح دوبئی کی بندرگاہ پر مال آنے کے بعد اسے دیوہیکل ٹرالروں کے ذریعے دیگر ممالک مثلاً سعودی عرب' شام' اردن اور عراق وغیرہ لے جایا جاتا ہے اور امارات کی ان ممالک کی طرف جانے والی سڑک "رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ" کا منظر پیش کرتی ہے۔

۱۹۸۵ء میں جب امیر محترم امارات آئے تو ایک نشست دوبئی کی ایک آبادی "الکرامۃ" میں رکھی گئی تھی جو برِصغیر پاک و ہند کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ نشست ہر اعتبار سے نہایت کامیاب رہی۔ اس کے بعد ۱۹۸۷ء میں ان کی آمد پر بھی یہاں کچھ نشستوں کا اہتمام ہوا تھا' مگر ان کے اثرات کو مجتمع نہ کیا جا سکا' بلکہ یہاں سے جو دعوت شارجہ کے مقیموں تک پہنچی تو اس نے وہاں جڑ پکڑ کر برگ و بار لانا شروع کیا اور بحمد اللہ وہاں نہایت منظم انداز میں کام کا آغاز ہوگیا' جو اب بحسن و خوبی چل رہا ہے۔ ویسے تو دوبئی اور شارجہ کو جڑواں شہر — (Twin cities) کہا جا سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارجہ مرکز کے قیام سے یہاں کے لوگ بھی استفادہ کرتے رہے ہیں مگر اب ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اتنی بڑی آبادی کے اس شہر میں بھی ہمارا کوئی پلیٹ فارم ہو تاکہ ہم جم کر کام کر سکیں۔ اللہ نے ہمارے ایک بزرگ ساتھی محترم ناصر الدین صاحب کو' جو کہ نہایت نحیف الجثہ ہیں مگر کام کرنے میں نوجوانوں کو مات دے گئے ہیں' توفیق بخشی کہ وہ اس نظم سے منسلک ہوئے اور ان کی لگن و محنت سے یہاں مناسب جگہ میسّر آگئی۔ اسی دوران ہمارے ابو ظبی کے ساتھی محترم سیّد حامد صاحب بھی دوبئی منتقل ہوگئے جس سے یہ حوصلہ اور مضبوط ہوا کہ اب ان کی اعلیٰ استعداد اس کام کو مزید آگے بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔ چنانچہ انجمن خدّام القرآن دوبئی کی ذمہ داری انہی کے کاندھوں پر ڈال دی گئی جس کو انہوں نے پورے شعوری احساس کے ساتھ نبھانے کا عندیہ ظاہر کیا۔ ان حضرات کی محنت و کوشش سے بالآخر دوبئی میں دعوت رجوع الی القرآن کے مرکز کا قیام عمل میں آگیا۔

یہ مرکز بر دوبئی میں مصروف "سناء بلڈنگ" میں واقع ہے۔ کچھ عرصہ اس کی مطلوبہ آرائش میں صرف ہوا اور ابو ظبی میں دوسرے مرکز کے باقاعدہ آغاز کے ٹھیک دو ہفتے بعد یہاں جمعۃ المبارک ۵؍ جولائی کو افتتاحی تقریب کا فیصلہ ہوگیا۔ انتظار کی یہ گھڑیاں اس وقت ختم ہوئیں جب ابو ظبی سے ہم چار ساتھی اس تقریب میں شرکت کے لئے عازم دوبئی ہوئے۔ محمد عمران بٹ صاحب' منظور الحق صاحب اور راقم سیّد قمر حسن صاحب کی گاڑی میں مختلف

موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے مغرب سے کچھ قبل دوبئی پہنچے۔ کافی ساتھی پہلے سے ہی وہاں منتظر تھے، جن میں ہمارے نہایت فعّال رفیق شاہد اسلم صاحب بھی تھے جو اہلِ دوبئی کی معاونت کی غرض سے ایک روز قبل ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ دیگر امارات سے بھی رفقاء تشریف لائے تھے اور شارجہ کے رفقاء تو خود کو میزبانوں کی فہرست میں سمجھ کر خوب مستعدی سے انتظامات میں مگن تھے۔

مغرب کے بعد ٹھیک ۷-۵۰ پر سیّد حامد صاحب نے مائیک سنبھالا اور ربِّ ذوالجلال کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سامعین کو مژدہ سنایا کہ آج ہم جس تقریب کے لئے جمع ہوئے ہیں، اس کا مقصد عظیم امتِ مسلمہ میں پھر سے اپنی عظمت و سطوت کی طرف لوٹنے کا شعور بیدار کرنا ہے۔ انہوں نے حاضرین کے لئے بھی شکریے کے الفاظ کہے اور بقیہ کارروائی کے لئے محترم سیّد قمر حسن صاحب کو دعوت دی۔

سیّد قمر حسن صاحب نے انجمن خدّام القرآن کے آغاز کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس کام کا آغاز ہم نے نہایت خستہ حالی میں کیا تھا، بحمداللہ وہ اب نہایت اعلیٰ انداز سے آگے بڑھ رہا ہے۔ گو رفتار تیز نہیں مگر تواتر اور ثبات کو ضرور اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ خواہ ایک ہی قدم بڑھائیں مگر پہلا قدم خوب جم جانے کے بعد، تاکہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ نہ گریں۔ بعد ازاں انہوں نے راقم کو تحریک رجوع الی القرآن کا پسِ منظر اور پیشِ نظر مقاصد بیان کرنے کو کہا۔

میں نے سامعین کے سامنے اپنے اسلاف کے حوالے سے امتِ مسلمہ میں ہونے والے احیائی کام کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہر دَور میں اس نوع کا کام کرنے والوں نے اس وقت کے پیش آمدہ مسائل سے جی نہیں چرایا اور ان سے پہلو تہی نہیں برتی۔ آج اس دَور کا بھی یہ تقاضا ہے کہ امت کے اندر ایک معتد بہ تعداد ان لوگوں کی ہو جو عہدِ حاضر کے باطل نظریات کا مدلّل ابطال کر سکیں اور ساتھ ہی ساتھ ایک ایسی منظم قوت بھی فراہم کر سکیں کہ جو قرآن حکیم کے دیئے گئے اصولوں پر ایک صحیح اصولی اسلامی انقلاب کی جدوجہد کرے، کیونکہ ہمیں انبیاء کرامؑ کی سیرت سے بھی یہی سبق حاصل ہوتا ہے کہ انہوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو کماحقہٗ سرانجام دیا۔ اس ضمن میں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ تو پوری تاریخِ انبیاء میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے قبل ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم شخصیت کے کام میں بھی یہ نقشہ ملتا ہے

کہ جہاں انہوں نے اس دور کے باطل نظریات اور مشرکانہ اوہام کا مدلل اور دندان شکن جواب دیا' وہاں اپنے زورِ بازو کو بھی بتوں کی سرکوبی کے لئے استعمال کیا اور یہ نمونہ چھوڑا کہ اس کام کا صحیح نہج یہی ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی انجمن خدام القرآن قائم کر کے صرف علمی و فکری کام کرنے پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ تنظیمِ اسلامی کے قیام سے اس مقصد کو پورا کرنے کی بالفعل کوشش کا آغاز کیا ہے' جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو لوگ یہ کام کرنا چاہتے ہیں انہیں نتائج سے قطعِ نظر صحیح نہج پر کوشش کرتے رہنا ہوگی تاوقتیکہ وہ منزل آ جائے' یا پھر یہ جان اسی راہ میں کھپ جائے اور اس جان کا لگ جانا ہی اصل مطلوب ہے کیونکہ بقول علامہ اقبالؒ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

آخر میں سیّد قمر حسن صاحب نے اختتامی کلمات میں یہ کہا کہ اس امت کو زوال سے نکالنے کا ایک ہی راستہ اللہ کے رسولؐ نے بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کو اپنا امام بنایا جائے اور اس سے ہمارا تعلق صرف عقیدے کی حد تک نہ ہو بلکہ حقیقی و شعوری ہو۔ انہوں نے سامعین سے بھی یہ گزارش کی کہ وہ ان چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں تمام معاون لٹریچر اس مرکز میں موجود ہے' جس سے استفادہ یقیناً آپ کو اس وقت کے حالات میں کام کرنے کی صحیح رہنمائی فراہم کرے گا۔

اذان کا وقت نہایت قریب تھا' لہٰذا اس اعلان کے ساتھ کہ میزبانوں کی طرف سے طعام کا اہتمام بھی ہے' چنانچہ نماز سے فراغت کے بعد ہم پھر جمع ہوں گے' یہ مجلس ختم ہوئی۔ مرکز کا ہال مناسب وسعت کے باوجود بھی تمام حاضرین کو سمو نہ سکا' لہٰذا منسلکہ کمروں کو بھی' جن میں آواز کا انتظام تھا' استعمال میں لایا گیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد ہم نے اپنے میزبانوں سے اجازت چاہی' جنہوں نے نہایت تپاک سے ہمیں رخصت کیا۔ محترم عمران بٹ صاحب اور سیّد قمر حسن صاحب کی مشترکہ ڈرائیونگ کا لطف اٹھاتے ہوئے ہم رات ایک بجے واپس ابو ظبی پہنچے۔ اللہ ربّ العزت اس کام میں مزید برکت دے اور ہمیں خالص اپنی رضا کے لئے کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ ○○

(مرتب : محمد خالد ابو ظبی)

(ii) Bi-seaters Rs. 200/- per month per student

(iii) Cubicles Rs. 250/- er month

(iv) Mess Rs. 400/- per month

10. HOLIDAYS & VACATIONS:

Friday is the weekly holiday and the month of Ramadan is a closed month for students. Besides these, Eidul Fitr, Eidul Adha and some other holidays totalling ten days in a year are allowed.

KT

KHALID TRADERS

IMPORTERS—INDENTORS—STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER—SMALL TO SUPER—LARGE

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

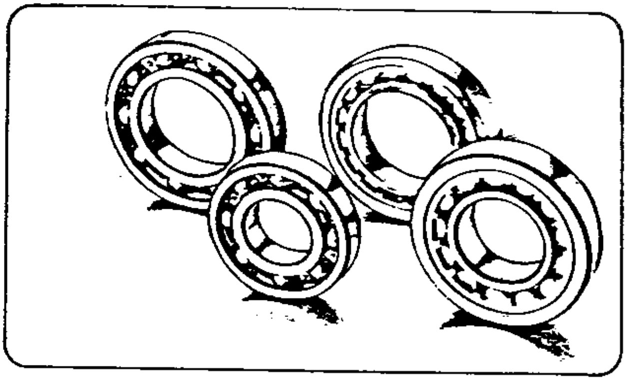

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

Hostel accomodation is meant for students from outside Lahore. Bi-seaters are primarily for the one-year and B.A. students and the cubicles only for one-year senior (in age) students. Mess facilities, covering breakfast, lunch and dinner, are available for a charge.

8. "TARBIATI NIZAM": (ISLAMIC CHARACTER - BUILDING)

For boarders, it is compulsory to offer five daily prayers in the adjascent mosque. After "Fajr" (early morning) prayers "Tilawat-e-Quran-e-Majid" is compulsory. Persuation and inducement is used for Tahajjud (the midnight prayer) and 3 day fasting on "Ayyam-e-Beedh" (ایّامِ بیض) i.e. 13th, 14th and 15th of every Lunar month. Attention is drawn towards Ittiba-e-Sunnat (to follow the traditions of Nabi-e-Akram, S.A.W.S.) in day-to-day activities such as retiring at night, waking-up in the morning, taking meal's, going and coming out of the toilet etc. A limited range of indoor and outdoor games is provided between "Asr" (afternoon) and "Maghrib" (sunset) prayers.

Occasionally video shows on science or general knowledge subjects are arranged. A day's outing may be arranges once in a quarter.

9. COLLEGE FEES & HOSTEL CHARGES:*

a) COLLEGE FEES
(i) Admission Fee Rs. 100/-
(one-time payment at admission time)
(ii) Security Deposit Rs. 100/-
(at admission time, Refundable)
(iii) Tuition Fee Rs. 250/-
per month

b) HOSTEL EXPENSES:
(i) Dormitories Rs. 100/-
per month per student

* subject to change without notice.

lectures on the subjects covered in the "Muntakhab Nisab".

5) IL-02: Islamic "Tahreeki" Literature: Continuation of IL-01 from the 1st Semester.

4. MEDIUM OF INSTRUCTION:

The medium of instruction is Urdu, though teachers help the students weak in Urdu by explaining important terminology in relatively simple Urdu and/or English. It is, however, expected that students do understand vocal Urdu and are able to read the language.

5. ADMISSION REQUIREMENTS:

For one-year course, minimum acceptable educational level is F.A./ Intermediate or its equivalent and an interview by Nazim-e-College, Nazim-e-A'la and Sadr-e-Moassis of Markazi Anjuman. In the interview we try to determine the individual's commitment to Islam and to assess his passion and zeal to seek knowledge about Islam.

6. CLASS TIMINGS:

WINTER 8.00 a.m. to 1.00 p.m.
SUMMER 7.30 a.m. to 12.30 p.m.

7. HOSTEL ACCOMODATION:

Consists of furnished:
(i) Dormitories, accomodating upto six students per room
(ii) Bi-seaters, for two students per room
(iii) Cubicles, each for a single student.

While dormitories and bi-seaters are part of the hostel building adjascent to the College, cubicles are located at the Quran Academy a KM away from the College.

established. Moreover, attention must be drawn to the fact that while renaissance of Islam needs educational work, a revolutionary struggle is also necessary for Deen's dominance.

5) TAJ-O1: Tajweed. To teach the rules to recite the Quran correctly. For people who already have this knowledge, it works as a refresher course.

b) 2ND SEMESTER:

1) IH-01: Introduction to the field of "Hadith" as follows:-
   i) The need and importance of Hadith as one source of Islamic jurisprudence (Shariah).
   ii) The principles for collection of Ahadith and its catagories.
   iii) Study of collection of Ahadith by Imam Navavi.
2) TQ-01: Translation of the Quran: Students translate five "Rukus" of "Surah Baqarah" and the complete "Muntakhab Nisab" by applying the rules of grammer they learnt in AR-01 in the 1st Semester.
3) TAJ-02: Tajweed: Practice the principles of Tajweed learnt in the 1st Semester and in the process memorize "Muntakhab Nisab" as well.
4) MS-02: Presentation by Students: Techniques of delivering lectures on Quran (Dars-e-Quran). Students practice delivery of

3. COURSE DESCRIPTION - By Semester

a) 1ST SEMESTER:

1) AR-01: Arabic Grammer, elementary and intermediate levels. Provides the foundation to become skilled in following Quran and Ahadith without the help of any translation.

2) AR-02: Arabic Reader. To help increase the vocabulary. Also and aid in understanding the grammer rules that the students have learnt in course AR-01.

3) MN-01: "Muntakhab Nisab". These are lectures of Dr. Israr Ahmed recorded on 44 audio cassettes of 60 minutes each, commonly known as "Al-Huda" series. As mentioned earlier, the lectures based on a selection of different "Ayaat and Surahs" from Quran, highlight the comprehensive concept of "Deen" and spell-out in clear terms the collective responsibilities of a muslim.

4) IL-01: Islamic "Tahreeki" Literature. Consists of several books/booklets by Dr. Israr Ahmed. The selection is to focus on the philosophical background of "D'awat-e-Rujoo' Ilal Quran", envisaged by Doctor Israr and for which Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran, the Quran Academy and the Quran College were

forward to receive in our College, especially for one-year course are the Secondary School graduates from North America or for that matter from Europe. We consider this age group is old enough to know its mind and at the same time flexible enough to be shaped into a desired mould. It will not be out of place to mention here the practice of the Mormon community in the United States. In that community every Secondary School graduate must devote one year for their religious training and another for field work before he joins a college for higher studies. We believe it would be extremely beneficial if our Secondary School graduates devote one year to basic "Deeni" (religious) education before starting on higher studies.

2. COURSE DURATION & COMMENCEMENT OF SEMESTERS

Since the beginning of this year, the course is divided into two semesters of approximately 6 months each. The semesters commence according to the lunar calendar as follows:

1ST SEMESTER:

Around 8th of Shawwal (in 1991 it was 24th April)

2ND SEMESTER:

Around 15th of Rabiul Awwal (in 1991 it will be October 1st)

It may, however, be noted that each "Shawwal" and "Rabiul Awwal" both 1st and 2nd semesters start simultaneously. For example, on October 1, 1991, not only the 2nd semester of the current course (started April 24th, 91) would commence but 1st semester of the next one-year (1991/92) course would also begin. Thus a fresh one-year course commences every six months.

1. OBJECTIVES:

"Al Hamdu Lillah", Quran College is preparing students from F.A. First year to B.A. Final. However our College's focal point is one-year "Deeni" (Religious) Course. There are two major elements of the course. One of them is Arabic. Arabic grammer and Arabic language. The knowledge acquired in one-year Course provides a good foundation in Arabic. A student by taking further pains and by applying himself should be able to understand "Quran-e-Hakim" and "Ahadith-e-Mubaraka" without the help of any translation. And that really is an achievement. The student feels as if the veil that screened the meaning of Quran-e-Majeed and Ahadith-e-Mubaraka so far is suddenly removed. The second element is a selection of "Surahs" and "Ayaat" (Chapters & Verses) of the Quran, highlighting the collective responsibilities of a muslim. This selection clearly defines the obligations of a muslim - every muslim - towards establishing Islam's Order of Social Justice, first in the country where he is settled and ultimately throughout the world. Details of the subjects that are part of this course are outlined under "Course Description".

We take one extra year of the students whether admitted in the F.A. or B.A. to teach them this course. However, the kind of students that we want to attract to this course are the professionals, like Doctors, Engineers, Economists etc. We believe, some of these students, if not all, will "In Sha Allah" decide to dedicate their lives to the cause of Islam. With the nice blend of Western and religious education, they will be able to take-up research work and find practical solution to the problems muslims are facing in various fields of their lives in the present age. Other scholars of the one-year course who may not rise to such a level of service to Islam, we hope, would practice Islam themselves and thus influence the people they come in contact with in a positive and meaningful way.

Another group of students that we are keenly looking

ONE-YEAR "DEENI" COURSE
AT
THE QURAN COLLEGE,
LAHORE

INDEX

1. OBJECTIVES
2. COURSE DURATION AND COMMENCEMENT OF SEMESTERS
3. COURSE DESCRIPTION
4. MEDIUM OF INSTRUCTION
5. ADMISSION REQUIREMENTS
6. CLASS TIMINGS
7. HOSTEL ACCOMODATION
8. "TARBIATI NIZAM" (ISLAMIC CHARACTER - BUILDING)
9. COLLEGE FEES & HOSTEL CHARGES
10. HOLIDAYS AND VACATIONS

ہم م… سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُ… زمین پر !

ہم اپنے گارمنٹس بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک اسکینڈی نیوین ممالک شمالی امریکہ روس اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں ترک کر دم نہیں لینے دیتی ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے ایسی محنت جو کوالٹی ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد، کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209

کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

MONTHLY

Meesaq

36-K, Model Town, Lahore - Pakistan.

Regd#No. L 7360

VOL. 40 No. 8

AUG 1991